ماھنامہ

انصاراللہ

ربوہ

ستمبر ۱۹۹۸ء

(ایڈیٹر)
نصراللہ خان ناصر

"خدا تمہارے ساتھ ہے"

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام صبر کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینت تم پر اترے گی۔ اور روح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہو گا۔ اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سنو اور چپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو اور حتی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جاوے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل ان کے خدا کے خوف سے پگھل جاتے ہیں انہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ اور وہ ان کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ دنیا صادق کو نہیں دیکھتی پر خدا جو علیم و خبیر ہے وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے۔ پس اپنے ہاتھ سے اس کو بچاتا ہے۔ کیا وہ شخص جو سچے دل سے تم سے پیار کرتا ہے اور سچ مچ تمہارے لئے مرنے کو بھی طیار ہوتا ہے اور تمہارے منشاء کے موافق تمہاری اطاعت کرتا ہے اور تمہارے لئے سب کچھ چھوڑتا ہے۔ کیا تم اس سے پیار نہیں کرتے اور کیا تم اس کو سب سے عزیز نہیں سمجھتے۔ پس جب کہ تم انسان ہو کر پیار کے بدلہ میں پیار کرتے ہو پھر کیونکر خدا نہیں کرے گا۔ خدا خوب جانتا ہے کہ واقعی اس کا وفادار دوست کون ہے اور کون غدار اور دنیا کو مقدم رکھنے والا ہے۔ سو تم اگر ایسے وفادار ہو جاؤ گے تو تم میں اور تمہارے غیروں میں خدا کا ہاتھ ایک فرق قائم کر کے دکھلائے گا۔"

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۸)

2 9/98

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماھنامہ انصار اللہ ربوہ

تبوک ۱۳۷۷ ہش

ستمبر ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

پبلشر:- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:- قاضی منیر احمد

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ

اس شمارہ میں

جلد نمبر ۳۹ ۞ شمارہ نمبر ۸

شرح چندہ:

پاکستان ــــ ساٹھ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ــــ چھ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادار یہ

احمدیت کی امتیازی شان

احمدیت کسی نئے دین یا مذہب کا نام نہیں عصر حاضر کی یہ وہ عظیم الشان تحریک ہے، جو دین حق کی نشاۃ ثانیہ کے لئے منصہ شہود میں آئی، جو دور حاضر میں سیدِ ولدِ آدم خاتم الانبیاء حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت کو قائم کرنے کے لئے دنیا میں ابھری۔

سورہ الصف کی آیت (۱۰) هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ کے مطابق تمام مذاہب عالم پر دین حق کا جو غلبہ مقدر تھا صلحائے امت کے نزدیک آنے والے "موعود" کو اسی آیت کا مصداق قرار دیا گیا تھا جسے اس کے مقام و مرتبہ اور کام کے لحاظ سے مختلف مبارک ناموں مسیح، مہدی، امام اور قائم آل محمدؐ سے موسوم کیا گیا کتب تفسیر خصوصاً ابن جریر، جامع البیان، بحارالانوار اور غایۃ المقصود میں "رسول" سے واضح طور پر مسیح موعود و مہدی معہود مراد لیا گیا ہے جبکہ دوسری طرف مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صدی کے سر پر تجدید دین کے لئے مجدد کی آمد اور آخری زمانہ میں مسیح موعود کے ظہور کی خبر بھی دی تھی۔ اور اس کے لئے زمانہ اور وقت بھی متعین کر دیا گیا کہ "موعود" کا ظہور تیرھویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کے شروع میں ہو گا۔ اور اس کی آسمانی شہادت چاند سورج گرہن بھی ہونگے جن کو ماہ رمضان میں (گرہن کی تاریخوں میں سے) پہلی اور درمیانی تاریخ کو گرہن ہو گا۔ اسی طرح زمینی شہادتیں واضح طور پر بتا رہی تھیں کہ یہی وقت ظہور امام موعود کا ہے اور پھر امت کے افتراق و تشتت کے باوجود مسیح موعودؑ کے ذریعہ الٰہی تائید و نصرت سے امت محمدیہ کے ہلاکت سے محفوظ رہنے کی خبر بھی موجود تھی اصلاح کا یہ عظیم کام علماء کے بس کا روگ نہ تھا ان کی کوکھ سے تو فرقہ پرستی اور فتن جنم لے رہے تھے اور انہیں "باعث رسوائی پیغمبر" کہا جا رہا تھا۔ پس مصلح منجانب اللہ اور موید من اللہ وجود ہی احیاء دین اور قیام شریعت کا فرض سرانجام دے سکتا تھا۔

"رجل فارس" الامام المہدی ایمان کو پھر سے روئے زمین پر قائم کرنے والے، مجدد صدی چہارم دہم، مسیح

موعود اور موعود اقوام عالم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام عین وقت اور ضرورت زمانہ کے مطابق مبعوث ہوئے آپ نے اعلان فرمایا:

"مجھے خدا تعالیٰ کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حکم ہوں" (اربعین نمبر۱)

"میں اس خدائے تعالیٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث صحیحہ میں خبر دی ہے جو صحیح بخاری اور مسلم اور دوسری صحاح ستہ میں درج ہے وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْداً (ملفوظات جلد اول)

آپ نے فرمایا:

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آتا ہوتا

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق امت مسلمہ ۷۲ فرقوں میں بٹ چکی تھی جنہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط روش کا حامل قرار دیا۔ اتحاد وحدت کے لئے حکم و عدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سلسلہ عالیہ احمدیہ قائم ہوا۔ احمدیت کے خدوخال اور ناک نقشہ بھی احادیث طیبہ میں موجود ہے۔ جسے اولین کی مماثلت رکھنے والی جماعت، دامن رسولؐ سے وابستہ، قانون شریعت کی حدوں کی حفاظت کرنے والی اور سنت محمدیہ کی پیروکار مگر مظلوم و مقہود، مظلوم اقلیت مسلوب الحقوق اور (تہترویں) جماعت قرار دیا گیا جو وَالطَّرِیْقَۃِ اَلنَّقِیَّۃِ الاحْمَدِیَۃِ کی مصداق ہے۔ (شرح المرقاۃ المصابیح)

احمدیت کی یہ وہ امتیازی شان ہے جس کا نکھار ایک عرصہ پہلے ظہور میں آیا۔ جب ۷۲ فرقوں کے ایک "اجماع" نے اپنی "جمہوریت" اور اکثریت کے بل بوتے پر جماعت احمدیہ کے ایمان کا فیصلہ کیا۔ اس روئیداد کو معاصر نوائے وقت کے خصوصی ایڈیشن میں بڑے طمطراق سے شائع کیا گیا۔ مضمون نگار لکھتا ہے۔

"ملک کے سب سے بڑے سے بڑے علماء دین اور حاملان شرع کے علاوہ تمام سیاسی لیڈر اور ہر گروپ کے سیاسی راہنما کماحقہ متفق ہوئے ہیں اور صوفیائے کرام اور عارفین باللہ برگزیدگان تصوف و طریقت کو بھی پورا پورا اتفاق

ہوا ہے۔ قادیانی فرقہ چھوڑ کر جو بھی ۷۲ فرقے مسلمانوں کے بتائے جاتے ہیں سب کے سب اس مسئلہ کے اس حل پر متفق اور خوش ہیں۔ زعمائے ملت اور عمائدین کا کوئی طبقہ نظر نہیں آتا جو اس فیصلہ پر خوشگوار رد عمل نہ رکھتا ہو جس کا نوٹس قوم کو لینا چاہیئے" (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۶ اکتوبر ۱۹۷۴ء)

جس فیصلہ کا اشارہ معاصر نوائے وقت نے کیا ہے اس سے یہ امر تو واضح ہے۔ کہ تاریخ عالم میں یہ نرالا فیصلہ ہے تاہم یہ بھی عیاں ہے کہ دامن رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ عشاق کی جماعت کون سی ہے۔ جماعت آخرین کے مصداق کون ہیں۔ اور کون فرمان رسولؐ کے مطابق "اُولٰئِكَ مِنی" (وہ مجھ سے ہیں) کی خوشخبری پانے والے ہیں؟ رہی جمہوریت و سیاست تو اس INSITITUTION نے کب اہل اللہ اور مقربان الٰہی کو چھوڑا ہے؟ مگر نوشتہ تقدیر پورا ہو کر رہتا ہے۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام احمدیت کی کامیابی و کامرانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یہ سلسلہ آسمان سے قائم ہوا ہے۔ تم خدا سے مت لڑو تم اس کو نابود نہیں کر سکتے اس کا ہمیشہ بول بالا ہے اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو اور اس سلسلہ کو بے قدری سے نہ دیکھو جو خدا کی طرف سے تمہاری اصلاح کے لئے پیدا ہوا" (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۲۷)

"میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے اگر میں پیسا جاؤں اور ایک ذرے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر فتحیاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لا حاصل۔ اے نادانو! اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا؟ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو! کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔" (نور الاسلام صفحہ ۲۱-۲۲)

خلاصہ کلام یہ کہ آج احمدیت ' دین حق کے حسن و جمال سے آراستہ باہمی محبت یک جہتی اور اتحاد و اتفاق کے خلافت الٰہیہ کی راہنمائی میں ابتلاؤں کے خار زار سے نکلتی ہوئی سوئے منزل رواں دواں ہے اور توحید و رسالت کی عظمت و شوکت کو اکناف عالم قائم کرنے میں کوشاں ہے۔ الحمد للہ

امام الکلام

"ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے"

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع انسان سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔

تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے۔ اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔

یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائیگا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائیگی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کیلئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی۔ وہ آخر فتح یاب ہونگے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔"

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۸-۳۰۹)

کلام الامام

نئی بہاروں کا زمانہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"ہم اس دور میں داخل ہو چکے ہیں جس دور میں مسیح موعود علیہ السلام نے کام شروع کیا تھا اور جس دور میں مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ سے غیر معمولی نشانات پاتے ہوئے حیرت انگیز انقلابات کی بنیاد رکھی تھی۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ ہر صدی کے بعد یہ موسم آیا کریں گے .... جس طرح تاریخ اپنے آپ کو دھراتی ہے یعنی برے معنوں میں دہراتی رہتی ہے اس طرح اللہ کے فضل سے میں سمجھتا ہوں کہ اچھی تاریخ بھی اپنے آپ کو دہراتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ دور اسی طرح برکتیں لے کے آ رہا ہے جس طرح پہلے لے کے آیا تھا۔ اس لئے ہمیں اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ بے وقوفی ہو گی اگر ہم اس غلط فہی میں مبتلا ہو جائیں کہ ہمیں خدا بڑے بڑے کاموں کی توفیق بخش رہا ہے۔ بخش تو رہا ہے لیکن کیوں بخش رہا ہے اس لئے کہ موسم وہ آ گیا ہے جس موسم میں خدا کے فضلوں نے پھل لگانے ہی لگانے ہیں۔

جب پھلوں کے موسم آتے ہیں تو جڑی بوٹیوں کو بھی پھل لگ جاتے ہیں، گھاس بھی پھل دار ہو جاتے ہیں کانٹے دار جھاڑیاں بھی پھل دار ہو جاتی ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ جو موسموں کو دہرایا ہے اس میں اگرچہ محض اللہ کا فضل ہے لیکن ساتھ ایک قانون یہ بھی رکھا ہے کہ تمہیں کچھ نہ کچھ تو ہاتھ ہلانا ہو گا کچھ تو کوشش کرنی ہو گی اگر تم کچھ نہیں کرو گے تو یہ موسم آ کے گزر جائے گا اپنے پھل اپنے ساتھ لے جائے گا پھر وہ ان کو جھاڑ دے گا یا بوسیدہ ہو جائیں گے یا مٹی میں مل جائیں گے اور تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ پس یہ درست ہے کہ ہماری محنت نہیں ہے محض اللہ کا فضل ہے مگر یہ بھی درست ہے کہ اللہ کا فضل بھی محنتوں کے تقاضے کرتا ہے اور کچھ نہ کچھ تو ہاتھ ہلانے کی توقع خدا اپنے بندوں سے رکھتا ہے۔ اگر وہ اتنا بھی نہیں کریں گے کہ اس کے فضلوں کو سمیٹ سکیں تو ان فضلوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ پس اس پہلو سے اب پھل اتنے ہو چکے ہیں اور اتنے بڑھ رہے ہیں کہ سمیٹنے والے ہاتھوں کی بڑی ضرورت ہے۔

.... پس جب پھل زیادہ ہوں تو مزدوروں کی بھی ضرورت پیش آتی ہے اور زیادہ مزدور چاہئیں۔ ہمیں بھی خدا کی راہ کے مزدوروں کی ضرورت ہے اور اس طرف میں جماعت کو بلا رہا ہوں کہ اس مزدوری کے لئے اپنے آپ کو پیش کرو۔ تم میں جو بھی استطاعت ہے انکساری کے ساتھ وہی استطاعت لے کر جماعت کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ"

(از خطبہ جمعہ مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۹۵ء)

عربی منظوم کلام

فَاِنَّ مَلَاذِیْ مُسْتَعَانٌ یُحِبُّنِیْ　　　وَیَسْقِیْنِ مِنْ کَاْسِ الْوِصَالِ فَاَشْرَبُ

سو یقیناً میری پناہ تو وہ وجود ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے (اور) وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور مجھے وصال کا پیالہ پلاتا ہے۔ سو میں پیتا ہوں

غَیُوْرٌ فَیَاْخُذُ رَاْسَ خَصْمِیْ اِذَا اعْتَدٰی　　　غَفُوْرٌ فَیَغْفِرُ زَلَّتِیْ حِیْنَ اُذْنِبُ

وہ غیرت مند ہے وہ میرے دشمن کو سر سے پکڑ لیتا ہے جب وہ حد سے بڑھتا ہے وہ بخشنہار ہے وہ میری لغزش کو ڈھانپ دیتا ہے جب میں قصور کرتا ہوں

وَ اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنْ رَیَاحِیْنِ غَیْرِہٖ　　　وَعَذَابُ شَوْكٍ مِّنْہُ عَذْبٌ وَّ طَیِّبُ

میں اس کے غیر کی (طرف سے آنے والی) خوشبوؤں سے بھی بیزار ہوں اور اس کی طرف سے کانٹے کی تکلیف بھی (میرے نزدیک) شیریں اور عمدہ ہے

یُحِبُّ التَّذَلُّلَ وَالتَّوَاضُعَ رَبُّنَا　　　وَمَنْ یَّنْزِلَنْ عَنْ فَرَسِ کِبْرٍ یَّرْکَبُ

ہمارا رب تو عاجزی اور انکساری کو پسند کرتا ہے۔ جو تکبر کے گھوڑے سے نیچے اتر آئے وہی شاہ سوار بن جاتا ہے

وَلِلصَّابِرِیْنَ یُوَسِّعُ اللّٰہُ رَحْمَہٗ　　　وَیَفْتَحُ اَبْوَابَ الْجَدَا وَ یُقَرِّبُ

اور صبر کرنے والوں کے لئے خدا اپنے رحم کو وسیع کرتا ہے اور عطا کے دروازے کھول دیتا اور قرب بخشتا ہے

تَعَرَّفْتُہٗ حَتّٰی اَتَتْنِیْ مَعَارِفٌ　　　وَاِنَّ الْفَتٰی فِیْ سُؤْلِہٖ لَا یَلْغَبُ

(مجاہدہ سے) میں نے پے در پے رب کو طلب کیا یہاں تک کہ میرے پاس معارف آ گئے اور یقیناً باہمت انسان سوال کرنے میں نہیں تھکتا

رَئَیْنَاہُ مِنْ نُّوْرِ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی　　　وَلَوْلَاہُ مَا تُبْنَا وَلَا نَتَقَرَّبُ

ہم نے اس (خدا) کو نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے ذریعہ پا لیا۔ اگر وہ نبی نہ ہوتا تو نہ ہم رجوع (الی اللہ) کرتے اور نہ ہم (خدا کے) مقرب بنتے

(کرامات الصادقین ۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۰۳۔۱۰۴)

فارسی منظوم کلام

O

جائیکہ از مسیح ونزدلش سخن رود گویم سخن اگرچہ ندارند باورم

جس جگہ مسیح اور اس کے نزول کا ذکر ہو۔ وہاں میں یہی کہتا ہوں اگرچہ لوگ یقین نہ کریں

کاندر دلم دمید خداوندِ کردگار کاں برگزیدہ را زِ رہِ صدق مظہرم

کہ خداوند کردگار نے مجھے الہام کیا ہے کہ میں اس برگزیدہ کا سچا مظہر ہوں

موعودم و بحلیۂ ماثور آمدم! حیف است گربدیدہ نہ بینند منظرم

میں موعود ہوں اور میرا حلیہ حدیثوں کے مطابق ہے افسوس ہے اگر آنکھیں کھول کر مجھے نہ دیکھیں

رنگم چوگندم است وبمُو فرق بیّن است زِ انساں کہ آمدست دراخبارِ سرورم

میرا رنگ گندمی ہے اور بالوں میں نمایاں فرق ہے۔ جیسا کہ میرے سردار کی احادیث میں وارد ہے

ایں مقدمم نہ جائے شکوک است والتباس سیّد جدا کند زِ مسیحائے احمرم

میرے اس آنے میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ میرا آقا مجھے سرخ رنگ والے مسیح سے علیحدہ کر رہا ہے

از کلمۂ منارہِ شرقی عجب مدار چوں خود زمشرق است تجلی نیرّم

مشرقی منارہ والی بات سے تعجب نہ کر۔ جبکہ میرے سورج کا طلوع مشرق سے ہی ہے

یا رب کجاست محرمِ رازِ مکاشفات تا نُورِ باطنش خبر آرد زِ مخبرم

اے میرے رب! مکاشفات کا راز جاننے والا کہاں ہے۔ تا کہ اس کا نور باطن آنحضرتؐ سے خبر لائے

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۸۰۔۱۸۱)

سیرت طیبہ

روح پرور اور ایمان افروز ـــــ متفرق روایات

مرتبہ: مرزا خلیل احمد قمر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی راست گفتاری اور سچ بولنے کا ایک اہم واقعہ ڈاکٹر مارٹن کلارک کے مقدمہ اقدام قتل کے موقعہ پر پیش آیا جب کیپٹن ڈگلس کی عدالت میں یہ کیس تھا اور حضرت اقدسؑ کی طرف سے مولوی فضل الدین صاحب وکیل لاہور مقدمہ کی پیروی کر رہے تھے۔ لالہ دینا ناتھ صاحب ایڈیٹر اخبار "ہندوستان ودیش" نے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی ...... ایڈیٹر الحکم سے بیان کیا کہ

"میں جناب مرزا صاحب کو ایک مہارش اور روحانی آدمی کے لحاظ سے بہت بڑے مرتبہ کا انسان مانتا ہوں ...... اور میرا یہ عقیدہ ان کے متعلق ایک واقعہ سے ہوا۔ حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء کے مکان پر اکثر دوستوں کا اجتماع شام کو ہوا کرتا تھا۔ ایک شخص نے ان کی مخالفت شروع کی لیکن ایسے رنگ میں کہ وہ شرافت اور اخلاق کے پہلو سے گری ہوئی تھی۔ مولوی فضل الدین مرحوم کو یہ سن کر جوش آ گیا اور انہوں نے بڑے جذبہ سے کہا کہ میں مرزا صاحب کا مرید نہیں ہوں ان کے دعاوی پر میرا یقین نہیں اس کی وجہ خواہ کچھ ہو لیکن مرزا صاحب کی عظیم الشان شخصیت اور اخلاقی کمال کا میں قائل ہوں میں وکیل ہوں۔ اور ہر قسم کے طبقہ کے لوگ مقدمات کے سلسلہ میں میرے پاس آتے ہیں۔ بڑے بڑے نیک نفس آدمی جن کے متعلق کبھی وہم بھی نہیں آ سکتا تھا۔ کہ وہ کسی قسم کی نمائش یا ریا کاری سے کام لیں گے۔ انہوں نے مقدمات کے سلسلہ میں اگر قانونی مشورہ کے ماتحت اپنے بیان کو تبدیل کرنے کی ضرورت سمجھی تو بلا تامل بدل دیا لیکن میں نے اپنی عمر میں مرزا صاحب ہی کو دیکھا ہے جنہوں نے سچ کے مقام سے قدم نہیں ہٹایا۔ میں ان کے ایک مقدمہ میں وکیل تھا۔ اس مقدمہ میں میں نے ان کے لئے ایک قانونی بیان تجویز کیا اور ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے اسے پڑھ کر کہا کہ اس میں تو جھوٹ ہے میں نے کہا کہ ملزم کا بیان حلفی نہیں ہوتا اور قانوناً اسے

اجازت ہے کہ جو چاہے بیان کرے"

اس پر آپ نے فرمایا:۔

" قانون نے تو اسے یہ اجازت دیدی ہے کہ جو چاہے بیان کرے۔ مگر خدا تعالیٰ نے تو اجازت نہیں دی کہ وہ جھوٹ بھی بولے اور نہ قانون ہی کا یہ منشا ہے پس میں کبھی بھی ایسے بیان کے لئے آمادہ نہیں ہوں جس میں واقعات کا خلاف ہو۔ میں صحیح صحیح امر پیش کروں گا"

مولوی صاحب کہتے تھے کہ میں نے کہا کہ "آپ جان بوجھ کر اپنے آپ کو ابتلا میں ڈالتے ہیں انہوں نے فرمایا

"جان بوجھ کر بلا میں ڈالنا یہ ہے کہ میں قانونی بیان دے کر ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے خدا کو ناراض کرلوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ خواہ کچھ بھی ہو"

مولوی فضل دین صاحب کہتے تھے کہ یہ باتیں مرزا صاحب نے ایسے جوش سے بیان کیں کہ ان کے چہرہ پر ایک خاص قسم کا جلال اور جوش تھا۔ میں نے سن کر کہا کہ پھر آپ کو میری وکالت سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ:۔

" میں نے کبھی وہم بھی نہیں کیا کہ آپ کی وکالت سے فائدہ ہو گا۔ یا کسی اور شخص کی کوشش سے فائدہ ہو گا۔ اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ کسی کی مخالفت مجھے تباہ کر سکتی ہے میرا بھروسہ تو خدا پر ہے جو میرے دل کو دیکھتا ہے۔ آپ کو وکیل اس لئے کیا ہے کہ رعایت اسباب ادب کا طریق ہے اور میں چونکہ جانتا ہوں کہ آپ اپنے کام میں دیانتدار ہیں اس لئے آپ کو مقرر کیا ہے"

مولوی فضل الدین صاحب کہتے ہیں کہ میں نے پھر کہا کہ میں تو یہی بیان تجویز کرتا ہوں۔ مرزا صاحب نے کہا کہ

"نہیں جو بیان میں خود لکھتا ہوں نتیجہ اور انجام سے بے پروا ہو کر وہی داخل کرو۔ اس میں ایک لفظ بھی تبدیل نہ کیا جاوے اور میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ آپ کے قانونی بیان سے وہ زیادہ موثر ہو گا۔ اور جس نتیجہ کا آپ کو خوف ہے وہ ظاہر نہیں ہو گا۔ بلکہ انجام انشاء اللہ بخیر ہو گا۔ اور اگر فرض کر لیا جاوے کہ دنیا کی نظر میں انجام اچھا نہ ہو یعنی مجھے سزا ہو جاوے تو مجھے اس کی پروا نہیں کیونکہ میں اس وقت اس لئے خوش ہوں گا کہ میں نے اپنے رب کی نافرمانی نہیں کی..... غرضیکہ مولوی فضل الدین صاحب نے بڑے جوش اور اخلاص سے اس طرح پر مرزا صاحب کا ڈیفنس پیش کیا اور کہا۔ مرزا صاحب نے پھر قلم برداشتہ اپنا بیان لکھ دیا۔ اور

خدا کی عجیب قدرت ہے کہ جیسا کہ وہ کہتے ہیں اس بیان پر وہ بری ہو گئے۔ مولوی فضل الدین صاحب نے ان کی راستبازی اور راست گوئی کے لئے ہر قسم کی مصیبت کو قبول کر لینے کی جرات اور بہادری کا ذکر کر کے حاضرین مجلس پر ایک کیف آور حالت پیدا کر دی۔ اس پر بعض نے کہا کہ آپ پھر مرید کیوں نہیں ہو جاتے تو انہوں نے کہا یہ میرا ذاتی فعل ہے اور تمہیں یہ حق نہیں کہ سوال کرو میں انہیں ایک کامل راستباز یقین کرتا ہوں اور میرے دل میں ان کی بہت بڑی عظمت ہے" (الحکم ۱۴ نومبر ۱۹۳۴ء)

مولوی فضل دین صاحب وکیل نے کیا بیان تیار کیا جس کو حضرت اقدسؑ نے نامنظور فرمایا۔ اس سلسلہ میں حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب (سابق مہر سنگھ) بی اے۔ مولوی فضل الدین صاحب وکیل سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"مولوی فضل الدین صاحب وکیل ہائی کورٹ مجھے ریلوے اسٹیشن لاہور کے پلیٹ فارم پر ملے فرمانے لگے کہ ہم نے ایک ایسی بات دیکھی جو دوسرے کسی انسان میں نہیں دیکھی اور وہ یہ ہے کہ میں نے مرزا صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ عبدالحمید کے قادیان آنے کا اقرار نہ کریں پھر مقدمہ فوراً خارج ہو جائے گا۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ میں سچائی کو کسی صورت میں بھی نہیں چھوڑ سکتا اگر تم لوگ میری وکالت نہیں کر سکتے تو نہ کرو" (اصحاب احمد جلد ہفتم صفحہ ۱۴۰)

○

حضرت اقدسؑ اپنے دوست احباب سے حسن سلوک کا ایک نشان بنے ہوئے تھے ایک دن آپ نے عہد دوستی کے متعلق فرمایا کہ

"میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص ایک دفعہ مجھ سے عہد دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع نہیں کر سکتا ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو۔ اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو بلا خوف لَوْمَةِ لَائِم اسے اٹھا کے لے آئیں گے۔"

فرمایا:۔

"عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اس کو آسانی سے ضائع کر دینا نہ چاہئے اور دوستوں سے کیسی ہی

ناگوار بات پیش آوے اسے اغماض اور تحمل کے محل میں اتارنا چاہیئے"
(سیرت مسیح موعود از حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی صفحہ ۴۶ حاشیہ)

آپ کے دوستوں میں قادیان کے ہندو آریہ لالہ ملاوہ مل ' لالہ شرمپت رائے ' لالہ بھیم سین حتیٰ کہ آپ مولوی محمد حسین بٹالوی جو بعد میں آپ کے شدید دشمن اور مخالف ہو گئے تھے ان سے بھی اپنے عہد دوستی سے رعایت کرتے رہے اور ان کی مدد سے کبھی نہیں پیچھے ہٹے۔ احمدی احباب آپ کے مرید تھے اور آپ کے منہ کے بھوکے تھے حضرت منشی اروڑے خاں..... سے حضور کی محبت اور شفقت کے بارے میں حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی .... لکھتے ہیں۔

حضرت منشی اروڑے خاں..... جماعت کپور تھلہ کے ایک مخلص و ممتاز بزرگ تھے جو آخر تحصیلدار ہو کر پنشن یاب اور قادیان ہی میں آکر دھونی رما کر بیٹھ گئے اور مر کر ہی یہاں سے اٹھے ...... وہ حضرت کے ساتھ عاشقانہ رنگ رکھتے تھے کوئی موقعہ حضرت کی زندگی میں نہیں آیا جو کوئی اہمیت رکھتا ہو اور وہ حضرت کے پاس نہ آئے ہوں۔ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس تعلق کا ذاتی واقعہ بیان کیا جو حضور کو اپنے دوستوں سے تھا وہ یہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گورداسپور ایک ضروری کام کے لئے جانا تھا آپ جب قادیان سے روانہ ہوئے تو بہت سے لوگ آپ کی مشایعت کے لئے اس سڑک تک جو بٹالہ کو جاتی ہے آپ کے ساتھ آئے۔ اس سڑک پر جا کر آپ ٹھہر گئے اور واپس قادیان آنے والے لوگوں سے مصافحہ کر کے فرمایا تم واپس چلے جاؤ اور چند اصحاب جنہوں نے آپ کے ساتھ گورداسپور جانا تھا ان کو فرمایا تم آگے چلو اور مجھ کو کہا کہ تم ٹھہرو۔ سب اصحاب چلے گئے صرف میں اور حضرت صاحب اور یکہ والا رہ گئے۔ حضور نے فرمایا کہ مجھ کو پاخانہ جانا ہے میں قریب کے کنوئیں سے ایک لوٹا پانی کا بھرلایا اور حضور کو دے دیا۔ آپ قریباً ایک گھنٹہ میں فارغ ہو کر آئے گاڑی کا وقت چونکہ تنگ ہو رہا تھا اس لئے میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے بٹالہ میں اپنی لڑکی سے ملنا ہے اور بہت کم وقت ہوتا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا تم اس یکہ پر سوار ہو کر آگے چلو اور اپنا کام کر کے پھر مجھے راستہ میں آملنا۔ میں نے عرض کیا حضور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں تو یکہ پر سوار ہو کر چلا جاؤں اور حضور کو اکیلا چھوڑ جاؤں اور حضور پیدل چلیں۔ آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں تم یکہ پر سوار ہو جاؤ پھر بھی میں نے سوار ہونے کی جرات نہ کی اور سوار نہ ہونے پر اصرار کرتا رہا۔ حضور نے فرمایا الامر فوق الادب تم اس کو ہمارا حکم سمجھو اور فوراً سوار ہو جاؤ۔

اس کے بعد ناچار مجھے سوار ہونا پڑا۔ اور میں روانہ ہو گیا۔ راستہ میں بٹالہ کے قریب سینکڑوں لوگ بر لب سڑک حضور کی انتظار میں بیٹھے ہوئے میں نے دیکھے انہیں دیکھ کر میں اپنے مسیح کی شفقت اور نوازش کو یاد کر کے وجد میں آ گیا۔ میں نے خیال کیا کہ وہ انسان جس کے دیکھنے کے منتظر ہزاروں لوگ گھروں سے نکل کر راستہ میں انتظار کرتے ہیں وہ اپنے مریدوں سے شفقت کا وہ برتاؤ کرتا ہے کہ ان کے لئے خود تکلیف اٹھانی پسند کرتا ہے۔

میں بٹالہ پہنچ کر اپنی لڑکی کے گھر گیا اور اس کی خیر و عافیت دریافت کر کے وہاں سے قادیان آنے والی سڑک کی طرف روانہ ہو گیا تا کہ حضور سے ملوں میں نے اپنے واقف کار لوگوں سے بھی کہا کہ آؤ تمہیں حضرت مرزا صاحب کو دکھاؤں وہ بھی میرے ساتھ چل پڑے اور جب بٹالہ شہر سے نکل کر کچی سڑک پر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ خدا کا مسیح تن تنہا ہاتھ میں عصا پکڑے پیدل تشریف لا رہا ہے۔ میں یکہ سے اتر گیا اور حضور کو بٹھالیا۔ حضور نے مجھے بھی ساتھ ہی بیٹھنے کا حکم دیا اس طرح پر حضور بٹالہ اسٹیشن پر پہنچے۔ صرف میرے یہ کہنے پر کہ مجھے لڑکی سے بٹالہ ملنا تھا اور اب چونکہ وقت تنگ ہو گیا ہے اس لئے نہیں مل سکوں گا۔ حضور نے خود پیدل چلنا منظور فرمایا اور یکہ میں بٹھا کر روانہ کر دیا تا کہ یکہ ایک آدمی کو لے کر جلدی بٹالہ پہنچ جائے۔ دوسرے اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی یکہ میں بیٹھے ہوتے تو حضور کی زیارت کرنے والے لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے یکہ کے چلانے میں بہت دیر لگتی۔ اور اس طرح پر میں اپنی لڑکی کے پاس نہ جا سکتا تھا۔ حضور نے میری ایک معمولی سی خواہش کے پورا کرنے کے لئے خود تو تکلیف اٹھائی لیکن میرے دل کا ذرا بھی رنجیدہ اور ملول ہونا پسند نہ فرمایا۔ ایسے اخلاق کا نمونہ صرف ان ہی لوگوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے جو تخلقوا باخلاق اللہ کا کامل نمونہ ہوتے ہیں ورنہ ہر ایک انسان کا ایسے اخلاق والا ہونا آسان کام نہیں۔

میں نے دیکھا ہے کہ جب منشی اروڑے خان صاحب یہ واقعہ بیان کرتے تھے تو ان کی آنکھیں پر نم اور آواز میں ایک رقت اور سوز پیدا ہو جاتا۔ (سیرت مسیح موعود از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ ۲۵۹-۲۶۱)

○

حضرت مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری پہلے اسلامی مشنری تھے آپ نے ہندوستان کا دورہ کر کے جگہ جگہ لیکچر دیئے آپ کے لیکچروں کو بہت پسند کیا جاتا آپ کو انگریزی زبان پر بہت عبور تھا اور بڑے بڑے لوگ حتیٰ کہ گورنر تک ان کا لیکچر سننے والوں میں شامل ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے احمدیت قبول کرنے کے تفصیلی حالات "تائید حق" میں تحریر فرمائے ہیں آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کے لئے قادیان آنے کے بارے میں لکھتے

ہیں:

"میرے دل میں جناب مرزا غلام احمد صاحب سے ملنے کی خواہش ہوئی۔ امرتسر کے دو ایک دوست میرے ساتھ چلنے کو مستعد ہوئے ریل پر سوار ہوا بٹالہ پہنچا۔ ایک دن بٹالہ میں رہا پھر بٹالہ سے یکہ کی سواری ملتی ہے اس پر سوار ہو کر قادیان پہنچا۔ مرزا صاحب مجھ سے بڑے تپاک اور محبت سے ملے۔ جناب مرزا صاحب کے مکان پر میرا وعظ ہوا۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے لئے چندہ بھی ہوا۔ میرے ساتھ جو صاحب تشریف لے گئے وہ مرزا صاحب کے دعویٰ الہام کی وجہ سے سخت مخالف تھے اور مرزا صاحب کو فریبی مکار سمجھتے تھے لیکن مرزا صاحب سے مل کر ان کے سارے خیالات بدل گئے اور میرے سامنے انہوں نے جناب مرزا صاحب سے اپنی سابق (رائے۔ ناقل) کی بد گمانی کے لئے معذرت کی۔ مرزا صاحب کی مہمان نوازی کو دیکھ کر مجھ کو بہت تعجب سا گزرا ایک چھوٹی سی بات لکھتا ہوں جس سے سامعین ان کی مہمان نوازی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مجھ کو پان کھانے کی بری عادت تھی امرتسر میں تو مجھے پان ملا۔ لیکن بٹالہ میں مجھ کو کہیں پان نہ ملا ناچار الائچی وغیرہ کھا کر صبر کیا میرے امرتسر کے دوست نے کمال کیا کہ حضرت مرزا صاحب سے نہ معلوم کس وقت میری اس بری عادت کا تذکرہ کر دیا جناب مرزا صاحب نے گورداسپور ایک آدمی کو روانہ کیا دوسرے دن گیارہ بجے دن جب کھانا کھا چکا تو پان موجود پایا۔ سولہ کوس سے پان میرے لئے منگوا گیا تھا۔"

(تائید حق صفحہ ۵۵-۵۶)

○

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی حضرت صاحب کی مہمان نوازی کے بارے میں فرماتے ہیں

"ایک دفعہ دو شخص منی پور آسام سے قادیان آئے اور مہمان خانہ میں آ کر انہوں نے خادمان مہمان خانہ سے کہا کہ ہمارے بستر اتارے جائیں اور سامان لایا جائے چارپائی بچھائی جائے خادموں نے کہا آپ خود اپنا اسباب اتروائیں چارپائیاں بھی مل جائیں گی۔ دونوں مہمان اس بات پر رنجیدہ ہو گئے اور فوراً یکہ پر سوار ہو کر واپس روانہ ہو گئے۔ میں نے مولوی عبدالکریم صاحب سے یہ ذکر کیا تو مولوی صاحب فرمانے لگے جانے بھی دو ایسے جلد بازوں کو۔ حضور کو اس واقعہ کا علم ہوا تو نہایت جلدی سے ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا مشکل ہو گیا حضور ان کے پیچھے نہایت تیز قدم سے چل پڑے چند خدام بھی ہمراہ تھے میں بھی ساتھ تھا۔ نہر کے قریب پہنچ کر ان کا یکہ مل گیا اور حضور کو آتا دیکھ کر وہ یکہ سے اتر پڑے اور حضور نے انہیں واپس چلنے کے لئے فرمایا کہ آپ کے واپس ہونے کا

باقی صفحہ ۲۱ پر

مناجات

(کلام حضرت منشی احمد جان صاحب........)

بہت جا سر کو پٹکا درد غم سے　　بہت جا خاک چھانی غم الم سے

بہت جا داغ سینہ کے دکھائے　　بہت جا اشک رو رو کے بہائے

مگر تجھ بن نہ پایا کوئی ایسا　　جو مطلب میرا بر لائے خدایا

سو اب محروم ہو کر سب جگہ سے　　گرا ہوں سرنگوں میں در پہ تیرے

تیرے بن کون پکڑے ہاتھ میرا　　تیرے بن کون دیوے ساتھ میرا

مگر مشکل ہے مطلب میرے دل کا　　کہ روشن تجھ پر ہے سب حال میرا

فقط اک عشق تیرا چاہتا ہوں　　تجھے تجھ سے خدایا چاہتا ہوں

(انعامات خداوند کریم صفحہ ۲۳۰)

مبارک وہ جو اَب ایمان لایا

وادی کشمیر میں ابتدائی داعی الی اللّٰہ

حضرت مولانا محبوب عالم............

تحریر:۔ عبدالوہاب احمد مربی سلسلہ احمدیہ

حضرت مولانا محبوب عالم...... ضلع گجرات پنجاب کے گاؤں چک پیرانہ کے رہنے والے تھے جہاں سے ریاست کشمیر میں آئے۔ آپ صاحب کشف و رؤیا اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ علم و فضل، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور تعلق باللہ کی خصوصیات رکھتے تھے لوگ آپ کو ولی اللہ کہہ کر پکارتے تھے اور آپ کو دیکھتے ہی احتراماً کھڑے ہو جاتے تھے۔ جناب قریشی محمد اسد اللہ صاحب مصنف تاریخ احمدیت جموں و کشمیر لکھتے ہیں

"آپ گجرات کے علاقہ سے کشمیر میں آئے تھے۔ بیعت کر کے احمدیت کے پر جوش مبلغ بن گئے۔ درس و تدریس کا مشغلہ رکھتے تھے۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ کے کئی شاگرد احمدی ہوئے اور علاقہ پونچھ میں آپ کی وعظ و تبلیغ سے بعض جماعتیں قائم ہو گئیں۔ وجیہہ، با رعب اور دلیر آدمی تھے۔" (تاریخ احمدیت جموں و کشمیر صفحہ ۵۰)

خاندانی تعارف

حضرت مولانا محبوب عالم...... کے مورث اعلیٰ حافظ صدر الدین ؒ تھے جو ہندوستان کے مشہور گدی نشین بزرگوں اور صوفیا میں سے تھے انہوں نے برصغیر میں اسلام پھیلایا۔ حضرت حافظ صدر الدین ؒ دہلی کے رہنے والے تھے جہاں سے انہوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے پنجاب کا رخ کیا اور اشاعت و تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے ہوئے گجرات کے ایک گاؤں میانہ چک ڈھو میں فروکش ہوئے جہاں تقریباً چالیس دیہات ان کے مریدوں میں شامل ہو گئے اور اس طرح یہاں بھی گدی قائم ہو گئی اور ایک بڑی جائیداد کے بھی مالک بن گئے اس علاقہ کے لوگ ان سے رہنمائی حاصل کرتے اور اپنے جھگڑوں وغیرہ کے فیصلے کرواتے تھے۔ علاقہ بھر میں اس خاندان کے افراد مولانا، میاں، قاضی استاد اور چوہدری وغیرہ القاب سے موسوم ہوئے حضرت حافظ صدر الدین کا

یہاں ہی انتقال ہو گیا۔

ولادت اور تعلیم

حضرت حافظ صدر الدین ؒ کی اولاد ضلع گجرات میں خوب پھیلی اس خاندان سے لوگ دینی و دنیاوی راہنمائی کرتے رہے (جنرل ایوب خاں کے دور حکومت میں میاں فیروز عالم صاحب کی عملداری میں سترہ دیہات تھے اور وہ اس علاقہ کے رئیس اور صدر مسلم لیگ تھے میاں صاحب موصوف مولانا محبوب عالم...... کے بھتیجے تھے۔ حضرت حافظ صدر الدین ؒ کی نسل سے ہی حضرت میاں شرف الدین ؒ کے ہاں حضرت مولانا محبوب عالم کی ولادت اندازاً ۱۸۵۰ء میں ہوئی حضرت میاں شرف الدین ؒ چونکہ خود اہل علم تھے اس لئے انہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی حضرت مولانا محبوب عالم ..... نے اپنے والد ماجد کی ہدایت پر تحصیل علم کے لئے لمبے اور پر مشقت سفر اختیار کئے اور ہر قسم کی صعوبتوں کو برداشت کیا بعض دفعہ فاقوں پہ فاقے آتے مگر کبھی دست سوال دراز نہ کرتے بلکہ مزدوری کر کے خورد و نوش کا سامان کر لیتے حضرت مولانا صاحب ..... نے سہارنپور، لکھنؤ اور دہلی جا کر علماء و بزرگان سے علم کی دولت پائی۔ آپ کی قابلیت اور علمی فوقیت سب ہم عصروں پر مسلم تھی کئی معاملات میں فیصلوں کے لئے عدالت کے جج بھی آپ کی مدد لیتے تھے اور جو فیصلے آپ کرتے وہ راست اور حق پر مبنی ہوتے تھے اور انہیں فریقین بشاشت قلبی سے قبول کرتے تھے۔ ٹھاکر دامن صاحب جج نے اپنی کرسی عدالت پر حضرت مولانا صاحب ...... کو بٹھا کر مسلمانوں کے ایک سنگین تنازعہ کا فیصلہ کروایا تھا۔

کشمیر میں درس و تدریس کا سلسلہ

حضرت مولانا محبوب عالم ..... نے قریباً ۱۸۷۵ء میں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ریاست کشمیر کا سیاحتی سفر کیا اور اس خطہ کو دیکھ کر آپ کا دل بہت دکھا جس کے نتیجہ میں آپ نے کشمیر کو اشاعت حق کے لئے چن لیا اور قرآنی انوار سے اس خطہ کو منور کرنا اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا پھر سال کا اکثر حصہ کشمیر میں گذارتے اور صرف ایک آدھ ماہ کے لئے گجرات میں جائیداد وغیرہ کی دیکھ بھال کے لئے تشریف لاتے۔ کشمیر میں درس و تدریس کا یہ سلسلہ جاری رہا اور احمدیت میں شمولیت کے بعد حضرت مسیح موعود ؑ کی ہدایت کے مطابق ایک نہایت ہی شاندار اور عظیم دور نو کا آغاز ہوا جو آخری سانس تک نہایت کامیابی کے ساتھ جاری رہا فالحمدللہ (خلاصہ از تاریخ احمدیت جموں و کشمیر)

قاضی فضل دین مرحوم جو راجوری سے ترک سکونت کر کے سلواہ ضلع پونچھ میں آباد ہوئے ان کی ملاقات حضرت مولانا محبوب عالم...... سے ہوئی وہ آپ کی تقویٰ شعاری سے بہت متاثر ہوئے اور اپنی صاحبزادی محترمہ سارا بی بی صاحبہ کی شادی آپ سے کر دی نکاح کے وقت بیٹی نے باپ کو کہلا بھیجا کہ مہر یہ رکھوائیں کہ جب تک میں

زندہ رہوں میرے شوہر مجھے قرآن پڑھاتے رہیں۔ چنانچہ تعلیم قرآن مہر رکھا گیا۔ اور پھر اس جوڑے نے قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور علاقہ کو قرآنی انوار سے منور کرنے میں ساری عمر گزار دی

حضرت سارا بی بی بچپن سے ہی بڑی نیک عابدہ ' زاہدہ ' پارسا اور مستجاب الدعوت بزرگ خاتون تھیں اپنے بیگانے سب انہیں اماں جی کہہ کر پکارتے تھے انہیں حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے خاندان سے بہت محبت تھی اور ایک سی حرفی میں اس کا اظہار بھی کیا اور حضرت مصلح ...... کی شان میں کئی نظمیں بھی رقم فرمائیں مگر افسوس کہ تقسیم ملک کے وقت یہ سرمایہ ضائع ہو گیا ان کا وصال ۱۹۴۷ء میں ہوا۔

آپ کا قبول احمدیت

حضرت مولانا محبوب عالم ..... حالات زمانہ پر نظر کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ یہ زمانہ مصلح ربانی کا متقاضی ہے اللہ تعالیٰ نے پے در پے رویا و کشوف کے ذریعہ ان پر منکشف کر دیا کہ امام مہدی کا ظہور ہو چکا ہے ان الٰہی اشاروں کے مطابق آپ کی توجہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف گئی اور تلاش حق کے لئے کشمیر کے دشوار گذار راستوں سے پا پیادہ جہلم پہنچے اور حضرت مولوی برہان الدین .... سے ملاقات کر کے کہا کہ آپ نے بیعت میں عجلت کی ہے۔ حدیث میں بیان شدہ علامات کے مطابق پرکھ کر اکٹھے ہی قدم اٹھاتے اور بیعت کرتے۔ حضرت مولوی برہان الدین ...... نے جواباً فرمایا کہ میں تو اب بیعت کر چکا ہوں آپ جس طرح چاہیں پرکھ لیں۔

اس کے بعد حضرت مولانا محبوب عالم ...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مناظرہ کرنے کی نیت لے کر لاہور پہنچے۔ ان دنوں ۱۸۹۷ء میں حضرت مسیح موعودؑ لاہور تشریف رکھتے تھے۔　　(مجدد اعظم جلد نمبر ۱ صفحہ ۵۶۱)

مولویوں نے مخالفت میں ایک طوفان برپا کر رکھا تھا اور لوگوں کو یہ کہہ کر کہ مرزا صاحب جادو گر ہے جادو ہو جائے گا روکتے تھے۔ آپ نے خیال کیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کی ایک علامت مولویوں کی مخالفت اور انکار بھی بیان فرمائی ہے جو مولویوں کی غوغا آرائی سے عیاں ہے ہو سکتا ہے مدعی سچا ہی ہو۔ آپ آگے بڑھے بعض نے روکنا چاہا مگر بعض نے کہا انہیں جانے دیں یہ اپنے جادو سے مرزا صاحب کو ٹھیک کر لیں گے آپ حضرت مسیح موعودؑ کے بالکل قریب جا بیٹھے اور روایت "لکنت اور ران پر ہاتھ مارنا" ذہن میں رکھی اور پھر اس علامت کو پا لیا اور یقین کر لیا کہ جب ایک علامت ہے تو باقی بھی ہوں گی اور یہ نورانی چہرہ یقیناً سچا ہے۔

آپ نے مناظرہ کا ارادہ ترک کر دیا اور بڑی بے صبری سے اختتام گفتگو کا انتظار کرنے لگے ایک ایک لفظ دل میں اتر رہا تھا۔ جونہی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی پر معارف گفتگو ختم فرمائی صبر و ضبط ٹوٹ گیا اور مرغ بسمل کی طرح

تڑپ کر حضور اقدسؑ کے قدموں میں جا پڑے آنکھوں سے آنسو رواں تھے ہچکی بندھی ہوئی تھی۔ ذرا قرار آیا تو باواز بلند بے اختیار پکار اٹھے:

"اے خدا کے برحق امام مہدی میں خاکپائے محمد کشمیر کے بلند و بالا پہاڑوں کو پھلانگتا ہوا اور گاہے پہاڑی سفر کی تھکان کی وجہ سے گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا آیا ہوں اور اے امام ذی شان میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے السلام علیکم و رحمتہ اللہ وبرکاتہ کا تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں"

اس طرح آپ نے بیعت کی سعادت حاصل کی اور رفقاء بانی سلسلہ احمدیہ میں شامل ہو گئے۔ مولانا محمد اسد اللہ قریشی لکھتے ہیں:

"رویاء میں دیکھا مسیح موعود اور مہدی معہود کا ظہور ہو چکا ہے۔ ازاں بعد تلاش و تحقیق کی غرض سے روانہ ہوئے اور اپنے استاد حضرت احمد دین صاحبؓ اور حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی سے ملاقی ہوئے تو معلوم ہوا کہ ہر دو بزرگ داخل احمدیت ہو چکے ہیں۔ فرمایا آپ نے عجلت سے کام لیا ہے، باہم مشورہ سے قرآن و حدیث کی علامات کے مطابق شناخت کر کے اکٹھے ہی قدم اٹھانا چاہیئے تھا۔ انہوں نے کہا ہم تو قبول کر چکے ہیں۔ آپ علامات کے مطابق پرکھ لیں۔ ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں تشریف لائے ہوئے تھے، آپ کی دستی بیعت اوائل ۱۸۹۷ء کی ہے لیکن ۱۹۰۶ء کی فہرست بیعت کنندگان میں بھی آپکا نام درج ہے۔" (تاریخ احمدیت جموں و کشمیر صفحہ ۵۰-۵۱)

کشمیر میں دعوت حق کا نیا دور

حضرت مولوی صاحب موصوف تو کشمیر میں پہلے ہی اشاعت حق میں کوشاں تھے لیکن قبول احمدیت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کہ "ریاست کشمیر میں آپ کے شاگرد اور مرید پائے جاتے ہیں اپ ان میں جا کر تبلیغ کریں" اس طرح کشمیر میں احمدیت کی اشاعت و تبلیغ کا ایک نیا دور شروع ہوا آپ ابلاغ حق میں ہمہ وقت مصروف ہو گئے اور دن رات ایک کر دکھایا۔ تبلیغ کا ایک جنون تھا اور آپ کا لحہ لحہ قرآنی انوار سے خطہ کو منور کرنے میں گذرتا تھا۔ پہلے تو ایک دو ماہ کے لئے سال میں اپنی زمین و جائیداد کی دیکھ بھال کے لئے گجرات آتے تھے مگر دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد نے کچھ دیوانہ سا بنا دیا کہ وطن کا خیال ہی چھوڑ دیا۔ کشمیر سے جلسہ سالانہ پر قادیان تشریف لاتے پھر واپس جا کر سرگرم ہو جاتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب جب بیعت کر کے واپس لوٹے تو رشتہ داروں سے دعوت الی اللہ

کا آغاز کیا اور سب سے پہلے اپنی اہلیہ محترمہ سارا بی بی صاحبہ کو سمجھانے کے لئے تمہید باندھی مگر اس نے ایک نہ سنی اور بار بار یہی کہا کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے بیعت کر لی ہے فرمایا "ہاں" اس پر کہا کہ مجھے دلائل کی ضرورت نہیں میں پورے طور پر آپ کے ساتھ ہوں۔ میری بیعت کا خط لکھ دیں۔ بعض رؤیا کے ذریعہ میرے خدا نے مجھ پر پہلے ہی امام مہدی کی آمد و صداقت منکشف کر دی ہے۔ الحمد لله علی منته و احسانه اس کے بعد آپ کے بھتیجے مولوی عبدالحی صاحب اور بھائی میاں نیک عالم عرف مولوی عبدالحلیم صاحب اور نسبتی برادران قاضی عبداللہ اور قاضی ابراہیم اور بعض دیگر اعزہ شامل احمدیت ہوئے۔ پھر آپ نے دوسرے لوگوں کی طرف رخ کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر طبقہ اور ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے بھی احمدیت قبول کی جن میں سے بعض یہ ہیں مولوی اللہ دتہ، چوہدری گدی، چوہدری منگو، مولوی حسن محمد، میاں گاما، مولوی امام دین، قاضی فیروز الدین، قاضی بہادر علی، قاضی نورالدین، میاں فیروز الدین عرف میاں کھوجو، میاں راجو، میاں کرم دین کھوکھر، حاجی امیر عالم، منشی علم دین، ماسٹر الف دین، مولوی فقیر محمد، مسماۃ رانی، مسماۃ جتی نے قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کرنے کا بھی شرف حاصل کیا۔ حضرت مولوی صاحب ان کو اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔ قاضی فیروز الدین کو دمہ کی بیماری تھی حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کی تو حضور کی دعا سے ہمیشہ کے لئے اس موذی مرض سے نجات مل گئی۔

آپ کی مخالفت اور صبرو استقلال

آپ کے شاگردوں میں سے ایک حصہ نے احمدیت میں شمولیت اختیار کر لی اور ایک حصہ نے مخالفت میں بھی حد کر دی مگر مخالفت کے یہ طوفان آپ کی راہ نہ روک سکے آپ صبرو استقلال کے ساتھ دعوت و ارشاد میں مصروف رہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اضلاع کوٹلی، میرپور، اور پونچھ وغیرہ میں متعدد بڑی بڑی جماعتیں قائم کر دیں مثلاً گوئی، کوٹلی، ٹائیں منکوٹ، سلاوہ، بھابڑہ، آرام باری اور خیرناڑی وغیرہ۔

مصنف تاریخ احمدیت جموں و کشمیر لکھتے ہیں:۔

"قبول احمدیت کے بعد جب واپس لوٹے تو کفر کا فتویٰ لگ چکا تھا۔ چاروں طرف سے مخالفت کی آندھیاں اٹھیں۔ نہایت ہی خطرناک مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوا مگر انہوں نے ان سب تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اور حق کی منادی کرتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتے چلے گئے۔ اور پائے ثبات میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی۔ مخالفت اور بائیکاٹ کی وجہ سے

ان ایام میں بعض دفعہ پن چکیوں سے آٹا پسوائے بغیر ہی لے کر لوٹتے تھے۔ ہر طرح سے
ستائے گئے۔ گندی سے گندی گالیاں بھی سنیں، مگر ارشاد مسیح موعود علیہ السلام ع "گالیاں
سن کر دعا دو پاکے دکھ آرام دو" کے مطابق دعاؤں پر ہی زور دینا اپنا معمول رکھا۔"

ایک دفعہ کوٹلی کی ایک مسجد میں نماز کے لئے تشریف لائے تو دھکے دے کر باہر نکال دیئے گئے اب یہاں نہ ان کا کوئی مونس تھا اور نہ ہمدرد، دوستی کا دم بھرنے والے بھی بوجہ فتویٰ کفر مجبور محض تھے۔ رات بھر ایک چبوترے پر سجدہ ریز رہے۔ کرم دین کھوکھر آپ کی تبلیغ سے متاثر ہوئے جو بعد میں احمدی ہو گئے۔

جس بستی میں آپ قیام فرماتے تھے وہاں انہیں سخت اذیتیں پہنچائی گئیں اور بالآخر وہاں سے نکالدیئے گئے اگلی بستی میں بھی ویسا ہی سلوک ہوا۔ غرض جہاں بھی جاتے نہایت ہی تکلیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا۔ کہیں چشموں پر سے پانی لینے سے روک دیا جاتا، کہیں پتھراؤ کیا جاتا" (صفحہ ۵۱)

آپ کا طریق یہ تھا کہ ایک بستی میں چشمہ کے پاس درختوں کے سائے میں چبوترہ بنا کر بیٹھ جاتے اور کام شروع کر دیتے اور وہیں عبادات بھی بجا لاتے۔ یہاں جماعت قائم ہو جاتی تو پھر اگلی بستی اور پھر اس سے اگلی بستی میں تشریف لے جاتے۔ اسی طریق سے گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ کو احمدیت کے نور سے منور کر دیا پھر ان کی تربیت اور نگرانی بھی فرماتے۔ اور بعض کو ٹریننگ دے کر ان سے بھی کام لیتے۔ (جاری)

بقیہ از صفحہ ۱۴

مجھے بہت درد پہنچا۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے۔ حضور نے یکہ میں سوار ہونے کے لئے انہیں فرمایا اور کہا کہ میں ساتھ ساتھ چلتا ہوں مگر وہ شرمندہ تھے اور وہ سوار نہ ہوئے۔ اس کے بعد مہمان خانہ میں پہنچے حضور نے خود ان کے بستر اتارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر خدام نے اتار لیا۔ حضور نے اسی وقت دو انواری پلنگ منگوائے اور ان پر ان کے بستر کرائے اور ان سے پوچھا کہ آپ کیا کھائیں گے اور خود ہی فرمایا کیونکہ اس طرف چاول کھائے جاتے ہیں اور رات کو دودھ کے لئے پوچھا غرضیکہ ان کی تمام ضروریات اپنے سامنے مہیا فرمائیں اور جب تک کھانا آیا وہیں ٹھہرے رہے اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ ایک شخص جو اتنی دور سے آتا ہے راستہ کی تکالیف اور صعوبتیں برداشت کرتا ہے یہاں پہنچ کر سمجھتا ہے کہ اب میں منزل پر پہنچ گیا۔ اگر یہاں آکر بھی اس کو وہی تکلیف ہو تو یقیناً اس کی دل شکنی ہو گی۔ ہمارے دوستوں کو اس کا خیال رکھنا چاہئے اس کے بعد جب تک وہ مہمان ٹھہرے رہے حضور کا یہ معمول تھا کہ روزانہ ایک گھنٹہ کے قریب ان کے پاس آکر بیٹھتے اور تقریر وغیرہ فرماتے جب وہ واپس ہوئے تو صبح کا وقت تھا راستہ میں گھڑی گھڑی ان سے فرماتے رہے کہ آپ تو مسافر ہیں آپ یکہ پر ہی سوار ہو لیں مگر وہ سوار نہ ہوئے نہر پر پہنچ کر انہیں سوار کرا کر حضور واپس تشریف لائے۔" (اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ ۹۳-۹۴)

صحبت صالحین کی اہمیت

تحریر: صفدر نذیر گولیکی مربی سلسلہ احمدیہ

جمال ہم نشین در من اثر کرد وگرنہ بن ھماں خاکم کہ ہستم

لفظ انسان دو محبتوں سے مرکب ہے۔ ایک خدا سے محبت اور دوسری بنی نوع انسان سے یعنی ایک انسان کی دوسرے انسان کے ساتھ محبت، یہ محبت نیکی اور اچھائی پر مبنی ہو اور خدا کے لیے ہو تو اس کی ذات پر اچھا اثر پڑے گا۔ کیونکہ نبی اکرمؐ نے فرمایا اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَ الْبُغْضُ لِلّٰہِ یعنی محبت اور بغض دونوں خدا کی خاطر ہوں قرآن کریم نے حکماً ارشاد فرمایا ہے۔

"اے مومنوں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کی جماعت کے ساتھ ہو جاؤ"

(سورہ التوبہ آیت ۱۱۹)

یعنی سچے بن جاؤ سچوں کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے سچا ہونا ضروری ہے۔ گویا جہاں سچے اور کھرے اور اچھے اور نیک آدمی بیٹھتے ہوں ان کی مجالس لگتی ہوں ان میں شامل ہوا کرو تا کہ تم بھی ان جیسے بن جاؤ۔ جہاں بھی قرآن کریم میں ایمان لانے کا ذکر کیا ہے وہاں اعمال صالحہ کا بھی ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ مومن ہوتا ہی وہی ہے جو اعمال صالحہ بجالائے۔ اسی طرح بڑے انعامات جو سورہ فاتحہ میں دعا کے نتیجے کے طور پر عطا کرنے کا وعدہ دیا گیا ہے ان میں سے ایک صالحیت کا انعام ہے۔ جو امت مسلمہ کو دیا جانا مقدر کیا گیا ہے۔

صحبت اور ماحول کا اثر انسان کی زندگی میں کیا جانوروں اور پرندوں اور درندوں اور حشرات الارض پر بھی پڑتا ہے۔ اور ہر جاندار کی بقا کے لئے اپنے آپ کو اس ماحول میں رنگ لیتا ہے جس میں وہ رہ رہا ہوتا ہے اور جب بھی اپنے ماحول سے باہر نکلتا ہے تو اچک لیا جاتا ہے۔ انسان کی بقا بھی اسی میں ہے کہ وہ ہمیشہ نیک اور پاک باز لوگوں کے اثر میں رہے۔ ورنہ اس کی بقا تباہی کی نظر ہو جائے گی۔ ماحول کے اثر سے ہم نہیں بچ سکتے

کسی ایک بچہ کو چند دن کے لئے گندے اور بری عادتوں والے بچے کے ساتھ کھیلنے کی اجازت دے دیں وہ گندی عادتیں سیکھنی شروع کر دے گا۔ اگر کسی بچے کو نیک صحبت میں بیٹھنے کا موقعہ دیں تو اس میں اچھی عادتیں پیدا ہونی شروع ہو جائیں گی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے۔

کہ ہر بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے۔ آگے اس کی جس ماحول میں نشو ونما اور تربیت ہو گی وہ ایسا ہی بن جائے گا۔ اگر والدین یہودی ہیں تو وہ یہودی ہو جائے گا عیسائی ہیں تو عیسائی ہو جائے گا اور مجوسی ہیں تو مجوسی۔

اس سے واضح ہے کہ مولود ماحول کے اثر کو قبول کرتا ہے۔ اور اسکی زندگی اسی کے مطابق ڈھلتی ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال دیتے ہوئے فرمایا: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جن میں سے ایک کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا، کستوری والا آپکو مفت میں خوشبو مہیا کرے گا یا آپ اس سے کستوری خرید لیں گے۔ ورنہ کم از کم اس کی خوشبو اور مہک ہی سونگھ لیں گے اور بھٹی جھونکنے والا یا تو آپ کے کپڑے جلا دے گا۔ ورنہ کم از کم اس کا بدبو دار دھواں ہی آپ کے حصے میں آئے گا۔

اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ نے صحبت صالحین کو عطر فروش سے تشبیہ دی ہے اور صحبت بد کو بھٹی جھونکنے والے سے جس کا فائدہ نہیں نقصان ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

آفتابی بدیں بزرگی را پارہ ابر ناپدید کند

یعنی صالحین کی صحبت تجھے صالح بنا دے گی اور برے کی صحبت تجھے برا بنا دے گی کیونکہ اتنے بڑے سورج کو بادل کا ایک ٹکڑا چھپا دیتا ہے اسی طرح انسان سے بہت سے اچھے اعمال اور بہت سی عمدہ عادات کو برے لوگوں کی صحبت اسی طرح چھپا دے گی۔

آنحضرتؐ کی صحبت کے اثرات

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔

”اے لوگو! یہ کہتے ہو کہ ابوھریرہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث دوسرے مہاجرین و انصار کی نسبت زیادہ بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے بہتوں کو ابوھریرہ کی نسبت ایمان و صحبت میں تقدم زمانی بھی حاصل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میرے مہاجر بھائی تجارتی لین دین اور گھریلو خرید و فروخت میں اپنا بہت سا وقت بازار میں گزارتے جبکہ میں صرف پیٹ بھر کر روٹی مل جانے پر اکتفا کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہر وقت موجود رہتا اس طرح جن مجالس میں اکثر مہاجرین و انصار شریک نہ ہوتے میں ان میں شریک ہو جاتا اور جن ارشادات کو بوجہ کاروبار میں مصروفیات کے اپنے ذہن میں محفوظ نہ رکھ سکتے وہ یاد رکھ لیتا یہی حال میرے انصار

بھائیوں کا تھا وہ سارا دن اپنی کھیتی باڑی میں مصروف رہتے اور میں جو مساکین صفہ میں سے ایک تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان باتوں کو جن کو وہ یاد نہ رکھ سکے یاد رکھ لیتا۔ پھر ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس میں وعظ کے دوران فرمایا اگر کوئی شخص اپنی چادر زمین پر اس وقت پھیلا دے گا جس وقت تک کہ میں اپنی بات ختم کروں اور پھر وہ چادر اپنے جسم پر لپیٹ لے گا وہ میری کوئی بات نہیں بھولے گا چنانچہ میں نے اپنی چادر بچھا دی اور جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات ختم کر چکے تو وہ چادر میں نے اپنے اوپر لپیٹ لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں سے آج تک کچھ بھی نہیں بھولا" (صحیح بخاری کتاب البیوع)

زہے نصیب کیا ہی سعادت پائی، صحبت صالحین کے ضمن میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ بات کتنی زبردست ہے۔ اس پر ہمیں غور کرنا چاہئے اور ہر وہ مجلس جس میں نیکی اور تقویٰ شعاری کی باتیں ہو رہی ہوں اس میں بیٹھنا چاہئے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے ارشادات

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ فرماتے ہیں:۔

"اصلاح نفس کی ایک راہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یعنی جو لوگ قولی فعلی عملی اور حالی رنگ میں سچائی پر قائم ہیں ان کے ساتھ رہو۔ اس سے پہلے فرمایا یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوااللّٰہ یعنی ایمان والو! تقویٰ اللہ اختیار کرو۔ اس سے یہ مراد ہے کہ پہلے ایمان ہو، پھر سنت کے طور پر بدی کی جگہ چھوڑ دے اور صادقوں کی صحبت میں رہے صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ جو اندر ہی اندر ہوتا چلا جاتا ہے" (ملفوظات جلد ششم ۲۴۷)

★ آخرت میں نجات اور صحبت صالحین کے بارہ میں آپؑ فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف میں آیا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا۔ اس نے نجات پائی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ تزکیہ نفس کے لئے صحبت صالحین اور نیکوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنا بہت مفید ہے۔" (ملفوظات جلد اول ۴۹۳)

★ شیطانی حملوں سے بچنے کے لیے صحبت صالحین ضروری ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں:۔ "تیسرا پہلو جو قرآن سے ثابت ہے وہ صحبت صادقین ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ یعنی صادقوں کے ساتھ رہو۔ صادقوں کی صحبت میں ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ ان کا نور صدق و استقلال دوسروں پر اثر ڈالتا ہے اور ان کی

کمزوریوں کو دور کرنے میں مدد دیتا ہے۔" (ملفوظات جلد ہفتم ۳۶۹)

★ اخلاق کی پاکیزگی صحبت صالحین سے حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا:۔

"نفس اور اخلاق کی پاکیزگی حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ صحبت صالحین بھی ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ یعنی تم خدا تعالیٰ کے صادق اور راستباز لوگوں کی صحبت اختیار کرو تا کہ ان کے صدق کے انوار سے تمکو بھی حصہ ملے جو مذاہب کہ تفرقہ پسند کرتے ہیں اور الگ الگ رہنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ یقیناً وحدت جمہوری کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا کہ ایک نبی ہو جو کہ جماعت بنادے۔ اور اخلاق کے ذریعہ آپس میں تعارف اور وحدت پیدا کردے"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۳۰)

★ یقین کامل اور روحانی بصیرت کے حصول کے لئے بھی صحبت صالحین ضروری ہے حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اس میں بڑا نکتہ معرفت یہی ہے کہ چونکہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اس لئے ایک راستباز کی صحبت میں رہ کر انسان راستبازی سیکھتا ہے اور اس کے پاک انفاس کا اندر ہی اندر اثر ہونے لگتا ہے جو اس کو خدا تعالیٰ پر ایک سچا یقین اور بصیرت عطا کرتا ہے" (الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۴ء)

★ خدا تعالیٰ کے افضال و برکات بھی صحبت صالحین سے حاصل ہوتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

"یہ فضل اور برکت صحبت میں رہنے سے ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہؓ بیٹھے۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰہُ اللّٰہُ فِیْ اَصْحَابِیْ گویا صحابہؓ خدا کا روپ ہوگئے۔ یہ درجہ ممکن نہ تھا کہ ان کو ملتا اور وہ دور ہی بیٹھے رہتے۔ یہ بہت ضروری مسئلہ ہے۔ خدا تعالیٰ کا قرب بندگان خدا کا قرب ہے اور خدا تعالیٰ کا ارشاد کونوا مع الصّٰدقین اس پر شاہد ہے" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۷)

★ نیک لوگوں کی زیارت کے لئے جانا بھی ضروری ہے حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

"زیارت صالحین کے لئے سفر کرنا قدیم سے سنت سلف صالح چلی آئی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب قیامت کے دن ایک شخص اپنی بد اعمالی کی وجہ سے سخت مواخذہ میں ہوگا تو اللہ

جل شانہ اس سے پوچھے گا کہ فلاں صالح آدمی کی ملاقات کے لئے کبھی تو بھی گیا تھا تو وہ کہے گا بالارادہ تو کبھی نہیں گیا مگر ایک دفعہ راہ میں اس کی ملاقات ہو گئی تھی تب خدا تعالیٰ کہے گا کہ جا بہشت میں داخل ہو جا۔ میں نے اسی ملاقات کی وجہ سے تجھے بخش دیا"

(آئینہ کمالات اسلام اشتہار قیامت کی نشانی صفحہ ۷)

★ بری صحبت سے بچنے اور اس سے دور رہنے سے متعلق حضرت بانی سلسلہ ؑ فرماتے ہیں:۔

"انسان کو ہلاک کرنیوالی چیزوں میں سے ایک بد صحبت بھی ہے۔ دیکھو ابو جہل خود تو ہلاک ہوا مگر اور بھی بہت سے لوگوں کو لے مرا جو اس کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ اس کی صحبت اور مجلس میں بجز استہزاء اور ہنسی ٹھٹھے کے اور ذکر ہی نہ تھا" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۸۵)

★ بروں کے ساتھ مل کر انسان ضرور برا ہو جاتا ہے حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں:۔

"اگر کوئی شخص ہر روز کنجریوں کے پاس جاتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کیا میں زنا کرتا ہوں تو اس سے کہنا چاہیئے کہ ہاں تو کرے گا اور وہ ایک نہ ایک دن اس میں مبتلا ہو جائے گا۔ کیونکہ صحبت میں تاثیر ہوتی ہے اسی طرح پر جو شخص شراب خانہ میں جاتا رہے۔ خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ میں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئے گا وہ ضرور پئے گا پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہیئے کہ صحبت میں بہت بڑی تاثیر ہے......جو شخص نیک صحبت میں جاتا ہے خواہ وہ مخالفت ہی کے رنگ میں ہو لیکن وہ صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی اور ایک نہ ایک دن وہ اس مخالفت سے باز آ جائے گا۔ ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ ہمارے مخالف اسی صحبت کے نہ ہونے کی وجہ سے محروم رہ گئے۔ اگر وہ ہمارے پاس آکر رہتے اور ہماری باتیں سنتے تو ایک وقت آ جاتا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کر دیتا اور وہ حق کو پا لیتے لیکن اب چونکہ اس محبت سے محروم ہیں اور انہوں نے ہماری باتیں سننے کا موقعہ کھو دیا ہے اسی لئے کبھی کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ دہریئے ہیں شراب پیتے ہیں زانی ہیں اور کبھی یہ اتہام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں ایسا کیوں کہتے ہیں صحبت نہیں اور یہ قہرالٰہی ہے کہ صحبت نہ ہو" (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۴۷)

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الاول......

حضرت خلیفۃ المسیح الاول...... فرماتے ہیں

"اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ○ اِنَّمَا سُلْطٰنُہٗ عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَہٗ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِہٖ مُشْرِکُوْنَ ○

ترجمہ یقیناً سچی بات یہی ہے کہ مومنوں اور اپنے رب پر توکل کرنے والوں پر شیطان کا کوئی زور نہیں چلتا۔ اس کا زور صرف انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اسے دوست اور ہم جلیس بناتے ہیں اور اس کی وجہ سے نیک کاموں کے ساتھ خبیث اعمال کو بھی ملا دیتے ہیں۔ مثل مشہور ہے اور وہ واقعی ایک حقیقت ہے کہ

"صحبت صالح ترا صالح کند و صحبت طالح ترا طالح کند"

یعنی نیک صحبت میں بیٹھنے والے نیک ہی بنتے ہیں اور گندی صحبت کو اپنانے والے اسی کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں۔ انسان کے ماحول اور تعلقات کے لحاظ سے مدرسہ یا کالج ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مدارس کے حالات اور ہم مکتب ساتھیوں کا اس کی سوچ اور اخلاق و کردار پر بڑا گہرا اور دیرپا اثر پڑتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:۔ "کالجوں میں کس قدر غفلت کا سامان موجود ہے اور دین کو کیا بے حقیقت سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے کالجیئٹوں کو بڑے استغفار کی ضرورت ہے کیونکہ ان لوگوں کے سامنے یہ لوگ تو غفلت اور سیاہ دلی کا سامان مہیا کرتے ہیں" (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ ۱۶۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول...... ایک اور موقع پر یوں فرماتے ہیں:۔

"ایک شخص نے حضرت صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۔ ناقل) سے عرض کیا کہ میں تہجد تک پڑھتا اور خدا اور رسول کے لئے غیرت مند تھا۔ اب ایم۔ اے میں پڑھتا ہوں۔ خدا کی ہستی میں شبہ پڑ گئے۔ آپ نے فرمایا جس سیٹ پر تم بیٹھتے ہو اس کے ساتھ ضرور کوئی دہریہ ہو گا جس کی صحبت کی ظلمت نے یہ حالت کر دی۔ وہ قائل ہو گیا کہ یہ بالکل صحیح ہے۔

کچھ مدت ہوئی میں نے اسے خط لکھا وہ لکھتا ہے اس دن سے (یعنی جس دن سے سیٹ تبدیل کی تھی۔ ناقل) سب ظلمت جاتی رہی" (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۳۲۰)

حضرت خلیفہ المسیح الاول .... مزید فرماتے ہیں:۔

"انسان میں عجیب در عجیب خواہشیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ جب وہ بچہ ہوتا ہے، پھر ہوش سنبھالتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے، پھر جب بری صحبتوں میں پھنستا ہے، جب اچھی صحبتوں میں آتا ہے، جب کامیاب زندگی بسر کرتا ہے، جب ناکام ہوتا ہے تو اس کے حالات میں تغیر پیش آتے رہتے ہیں۔ میں نے ایک خطرناک ڈاکو سے پوچھا کہ کبھی تمہارے دل نے ملامت کی ہے؟ وہ کہنے لگا کہ تنہائی میں ضرور ملامت کرتا ہے مگر جب ہماری چار یاری اکٹھی ہوتی ہے تو پھر کچھ یاد نہیں رہتا اور نہ یہ افعال برے لگتے ہیں۔ یہ سب صحبت بد کا اثر ہے۔ قرآن کریم میں کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْن کا اسی واسطے حکم آیا ہے تا انسان کی قوتیں نیکی کی طرف متوجہ رہیں اور نیک حالات میں پرورش پاتی رہیں۔ غرض انسان کے دکھوں میں اور خیالات ہوتے ہیں اور سکھوں میں اور۔ اور کامیاب ہو تو اور طریق ہوتا ہے اور ناکام ہو تو اور طرز۔ طرح طرح کے منصوبے دل میں اٹھتے ہیں اور پھر ان کو پورا کرنے کے لئے وہ کسی کو محرم راز بناتے ہیں اور جس کے بہت سے ایسے محرم راز ہوتے تو پھر انجمنیں بن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے (یعنی بعض انجمنیں بنانے سے۔ ناقل) روکا تو نہیں مگر یہ حکم ضرور دیا ..... (کہ) اے ایمان والو! ہم جانتے ہیں کہ تم منصوبے کرتے ہو، انجمنیں بناتے ہو مگر یاد رہے کہ جب کوئی انجمن بناؤ تو گناہ، سرکشی اور رسول کی نافرمانبرداری کے بارہ میں نہ ہو بلکہ نیکی اور تقویٰ کا مشورہ ہو"

(حقائق الفرقان جلد ا صفحہ ۲۰۸ ۔ ۲۰۹)

حضرت خلیفہ المسیح الاول .... بد صحبت اور اسکے انجام سے ہوشیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"جو بدکار ہیں یا بدکاروں کے آشنا، ان کو کیا ہدایت مل سکے۔ بد صحبت سے بچو۔ جہاں تمسخر ہو رہا ہو وہاں کوئی بھلا مانس چلا جائے تو وہ بھی کوئی بات تمسخر میں کر دے گا۔ پس ایسی صحبت میں نہ بیٹھو۔ حدیث میں آیا ہے کہ کسی شخص کے حالات معلوم کرنے ہوں اس کے دوستوں کو دیکھو۔ اِنَّ الْمَرْءَ عَلٰی دِیْنِ حَبِیْبِہٖ مومن کو چاہیئے کہ دعا کرے کہ شہر والے مجھ سے محبت کریں پر میں صلحاء سے محبت کروں۔"

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ ۱۶۰)

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی......

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ ان تباہیوں کے اسباب اور بواعث کا ذکر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے گندے جلیسوں کی وجہ سے تباہی کے گڑھے میں گرا کرتا ہے وہ پہلے تو اپنے دوستوں کی مصاحبت پر فخر کرتا ہے مگر جب اسے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا اے کاش! میں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا۔ اس نے مجھے گمراہ کر دیا اسی وجہ سے قرآن کریم نے مومنوں کو یہ خاص طور پر نصیحت فرمائی ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ (توبہ رکوع ۱۵) یعنی اے مومنو! تم ہمیشہ صادقوں کی معیت اختیار کیا کرو حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے گردوپیش کی اشیاء سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ اپنی دوستی اور ہم نشینی کے لیے ان لوگوں کا انتخاب کرے گا جو اعلیٰ اخلاق کے مالک ہونگے اور جن کا مطمح نظر بلند ہو گا تو لازماً وہ بھی ان کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرے گا اور رفتہ رفتہ اس کی یہ کوشش اس کے قدم کو اخلاقی بلندیوں کی طرف بڑھانے والی ثابت ہو گی۔ لیکن اگر وہ برے ساتھیوں کا انتخاب کرے گا تو وہ اسے کبھی راہ راست کیطرف نہیں لے جائیں گے بلکہ اسے اخلاقی پستی میں دھکیلنے والے ثابت ہونگے۔"

نیز فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک دفعہ ایک سکھ طالب علم نے جو گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتا تھا اور آپ سے عقیدت اور اخلاص رکھتا تھا کہلا بھیجا کہ پہلے تو مجھے خدا تعالیٰ کی ہستی پر بڑا یقین تھا مگر اب کچھ عرصہ سے مجھے شکوک پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے ان شکوک کو دور فرمائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے کہلا بھیجا کہ معلوم ہوتا ہے تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی شخص دہریت کے خیالات اپنے اندر رکھتا ہے جس کا تم پر اثر پڑ رہا ہے تم کالج میں جس جگہ بیٹھا کرتے ہو اس جگہ کو بدل لو چنانچہ اس نے اپنی سیٹ بدلی اور کچھ دنوں بعد اسکے خیالات کی خود بخود اصلاح ہوگئی اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ برے ساتھیوں کا انسان پر کتنا اثر پڑتا ہے۔ یہی حکمت ہے جس کے ماتحت رسول کریمؐ جس کسی مجلس میں تشریف رکھتے تھے تو بڑی کثرت سے استغفار فرمایا کرتے تھے تا کہ کوئی بری تحریک آپؐ کے قلب اطہر پر اثر انداز نہ ہو"

(تفسیر کبیر سورۃ الفرقان جلد ششم صفحہ ۴۸۱ - ۴۸۲)

اے ستم ایجاد!

دشت غربت میں مرے ذرّوں کی تابانی بھی دیکھ
اور وطن میں اپنے میرے خوں کی ارزانی بھی دیکھ

اے ستم ایجاد! اپنے ہر ستم کے باوجود
میری جمعیّت بھی دیکھ اپنی پریشانی بھی دیکھ

آتشیں لمحوں کی بھٹّی گو اذیّت ناک تھی
اب ذرا لیکن مرے سونے کی تابانی بھی دیکھ

....

....

کیسی کیسی ابنِ آدم کی ہوئی پردہ دری
بنتِ حوّا کی سر بازار عریانی بھی دیکھ

دیکھ میری آنکھ میں عین الیقین حق الیقین
اور اپنے دیدۂ حیراں کی حیرانی بھی دیکھ

جو نکلتی ہے زمیں سے تو نے وہ دولت تو لی
آسماں سے جو اترتی ہے وہ سلطانی بھی دیکھ

تو نے ہر دربار شاہی کی جھلک تو دیکھ لی
ہو سکے تو جلوہ گاہِ آلِ سلمانی بھی دیکھ

عبدالمنان ناہید

سیاح نبی

بنی اسرائیل کی آبادیوں کے آثار اور حضرت مسیح علیہ السلام

تحقیق و تحریر:۔ مظفر چوہدری

(۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قندھار اور ڈیرہ غازی خان کے درمیان

بنوں کا مشہور عیسائی ڈاکٹر ٹی ۔ ایل ۔ نے اپنی کتاب Among the wild tribes of the Afghan Frontier. میں افغانوں کے اسرائیلی ہونے کے دلائل دیتے ہوئے وزیر قبائل میں ایک روایت ریکارڈ کی ہے:۔

"ایک شخص کے دو بیٹے تھے عیسیٰ اور مسا (پینل کی رائے میں شاید یہاں عیسیٰ اور موسیٰ مراد ہیں) مسا ایک چرواہا تھا۔ ایک روز جب وہ پہاڑیوں میں اپنے جانور چرا رہا تھا۔ تو ایک بھیڑ کا بچہ گم ہو گیا۔ مسا اپنی بھیڑوں کو چھوڑ کر اس ایک بچے کی تلاش میں گیا۔ تین دن رات وہ اسے ویرانے میں تلاش کرتا رہا لیکن اسے نہ ڈھونڈ سکا۔ چوتھے دن صبح اس نے اسے ایک دور دراز وادی میں تلاش کر لیا لیکن اسے سزا دینے کی بجائے اس نے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اسے چوما اور اسے حفاظت سے گلے میں واپس لے آیا۔ اس کے اس مہربان عمل کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اسے بڑی برکت دی اور اسے وزیر قبیلے کا جد امجد بنا دیا" (۳۵)

ٹی ایل پینل لکھتا ہے کہ "اگرچہ ہم (عیسائیوں ۔ ناقل) کو مسا کی جگہ اسا سے یہ عمل منسوب کرنا زیادہ مناسب دکھائی دیتا ہے۔ تاہم پھر بھی اس روایت نے مجھے اکثر ان وحشی قبائیلیوں پر انجیل کی (ایک) تمثیل کی وضاحت کرنے کے لئے مواد فراہم کیا ہے۔ (۳۶)

پینل نے اس کہانی کو انجیل کے جس متن کے مطابق قرار دیا ہے وہ متی باب ۱۸ آیات ۱۱، ۱۲، ۱۳ اور لوقا باب ۱۵ آیات ۳ تا ۷ ہیں۔ متی میں ہے:

"خبردار ان چھوٹوں سے کسی کو ناچیز نہ جاننا کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ آسمان پر ان کے فرشتے میرے آسمانی باپ کا منہ ہر وقت دیکھتے ہیں (کیونکہ ابن آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے

اور نجات دینے آیا ہے) تم کیا سمجھتے ہو؟ اگر کسی آدمی کی سو بھیڑیں ہوں اور ان میں سے ایک بھٹک جائے تو کیا وہ ننانوے، کو چھوڑ کر اور پہاڑوں پر جا کر اس بھٹکی ہوئی کو نہ ڈھونڈے گا؟ اور اگر ایسا ہو کہ اسے پائے تو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ ان ننانوے کی نسبت جو بھٹکی نہیں اس بھیڑ کی زیادہ خوشی کرے گا۔ اسی طرح تمہارا آسمانی باپ یہ نہیں چاہتا کہ ان چھوٹوں میں سے ایک بھی ہلاک ہو۔" (متی آیات ۱۰ تا ۱۳ باب ۱۸)

لوقا کی انجیل میں یہی تمثیل محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے بارے میں بیان کی گئی ہے۔ اگرچہ الفاظ کافی مختلف ہیں۔

راورٹی نے اپنی کتاب Notes on Afghanistan and Baluchistan میں اس روایت کو قدرے مختلف انداز میں ریکارڈ کیا ہے۔

"....... قندھار اور ڈیرہ غازی خان کے درمیان نزدیک ترین راستہ جانا پہچانا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ غازی خان کے عہد میں ایک آدمی اپنے بھٹکے ہوئے مویشیوں کو تلاش کرنے نکلا اور مغربی سمت کے پہاڑوں میں داخل ہو گیا (راورٹی کے خیال میں وہ لازماً گھوڑے پر سوار ہو گا ناقل)..... اور جس قدر تیز رفتاری سے ممکن تھا اس نے مویشیوں کا تعاقب کیا اور تین دن میں اس نے خود کو قندھار میں پایا۔" (۳۷)

وزیر قبائل میں اس تمثیل کی موجودگی سے جو رائے میں نے اخذ کی ہے وہ یہ ہے کہ تمام افغانوں میں غربت کے لحاظ سے یہ دونوں اقوام ممتاز ہیں۔ اور یہی دونوں اقوام اخلاقی اور مذہبی لحاظ سے بھی ہمیشہ قابل اصلاح رہی ہیں۔ وزیر کا مطلب ہے حمال۔ بوجھ اٹھانے والا۔ پشت وان اور محسود خود کو "مسوت" کہتے ہیں مسوت عبرانی میں بے خمیری روٹی اور اصطلاحاً ان یہودیوں کو کہتے تھے جو اس قدر غریب ہوں کہ خمیری روٹی کے لئے خمیر کا بھی بندوبست نہ کر سکیں (۳۸) قبائلی لحاظ سے وزیر اور "مسوت" دونوں ایک ہی نسل سے ہونے کے دعویدار ہیں۔ اور ان دونوں کا پیشہ لوٹ مار۔ قافلوں کے لئے باربرداری۔ محصول کی وصولی وغیرہ تھے۔ چونکہ ارد گرد خوشحال اسرائیلی قبائل آباد تھے اس لئے انہوں نے پہاڑوں میں بسنے والے ان بظاہر گنہ گار اور غریب قبائل کی طرف حضرت مسیح علیہ السلام کو توجہ نہ دینے کی طرف راغب کیا ہو گا۔ اس پر آپ نے وہی تمثیل دہرائی اور واضح فرما دیا کہ یہ چھوٹے خدا کی بادشاہی میں بڑے شمار ہوں گے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج اپنی تمام تر غربت کے باوجود وزیر اور محسود نہ صرف معزز ہیں بلکہ عددی لحاظ سے ابدالیوں کے علاوہ اور کوئی ان کی ٹکر کا نہیں۔ ڈیرہ غازی خان سے قندھار کے درمیان

بنجر دشوار گزار اور خطرناک پہاڑیوں میں آباد غریب قبائل ہیں ان روایات کی موجودگی متی کی انجیل میں بیان شدہ اس فقرے کی اہمیت کو خوب کھول دیتی ہے۔ کیا وہ ننانوے کو چھوڑ کر اور پہاڑوں پر جا کر اس بھٹکی ہوئی کو نہ ڈھونڈے گا۔

''اس سنت'' اور ''عیسو طاہر''

چاغی میں ہامون مشکیل کے قریب عیسو طاہر کے نام سے ایک مقام ہے جس کی وجہ تسمیہ تاحال معلوم نہیں ہو سکی۔ رائے بہادر ہتورام کی تاریخ بلوچستان میں اسی راستے پر ''اس سنت'' کا مقام درج ہے البتہ عیسو طاہر کا کوئی تذکرہ نہیں۔ اس سنت دو الفاظ سے مرکب ہے۔ اس - (بزرگ کا نام)۔ سنت - بزرگ - یعنی بزرگ اس - یہ بعینہٖ ''سینٹ عیسیٰ'' بنتا ہے کیونکہ سنت ہندی میں بزرگ کو کہتے ہیں۔ جو دیگر آریائی زبانوں کے ''سینٹ'' کا ہم مطلب ہے۔ عیسو طاہر میری رائے میں یہی مقام ہے۔ پنج گور صوبہ بلوچستان میں ایک مقام عیسیٰ ہے لیکن اس کی وجہ تسمیہ بھی نا معلوم ہے

مہتر عیسیٰ

افغان اسرائیلی انبیاء کو مہتر کے لقب سے پکارتے ہیں جس کا مطلب ہے۔ بزرگ، سردار وغیرہ اور یہ قدیم اسرائیلی انداز سے بالکل مشابہ ہے۔ ٹی ایل۔ پینل نے افغانوں میں ''مہتر عیسیٰ'' نام رکھے جانے کے رجحان کا ذکر کر کے اسے بائیبل کا KING JESUS قرار دیا ہے اور اسے ان کے اسرائیلی الماخذ ہونے کی دلیل ٹھہرایا ہے۔ (۳۹)

بلوچستان کی افغان آبادی کے علاقے ژوب میں ژوب شہر (سابقہ فورٹ سنڈیمن) سے چند کلو میٹر پر ایک مقام ''مہتر عیسیٰ'' کے نام سے موجود تھا جس کی نشاندہی Topographical index of Pakistan میں کی گئی ہے۔ تاہم جب راقم الحروف اور مکرم نصیر احمد انجم صاحب اس مقام کی تلاش میں ژوب پہنچے تو اس مقام کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ اس جگہ آجکل ''برنج کلی'' نام کا مقام ہے جس کے قریب ایک ''شرقاً غرباً قبرستان کی نشاندہی ہو سکی ہے۔

کرشٹو

وزیری علاقوں میں ایک مقام کرشٹو کہلاتا ہے۔ کرشٹو اور کرستوس مسیح علیہ السلام کا یونانی نام ہے جس سے انگریزی کرائسٹ بنا ہے فیضی نے بھی لکھا ہے: ''اے کہ تمام تو یوز و کرستو'' (۴۰)

حضرت امام رضاؒ کی ایک سندھی عیسائی سے گفتگو

..... جاثلیق (مشرقی عیسائیوں کے مذہبی راہنما کا لقب) نے کہا (اے) فرزند رسولؐ یہاں ایک سندھی شخص بھی ہے جو عقیدۃً نصرانی ہے۔ بڑی دلیلیں اور مباحثے کرتا ہے۔ مگر زبان اس کی

سندھی ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا اسے بلاؤ۔ وہ شخص بلایا گیا۔ تو آپ نے اس سے سندھی زبان میں گفتگو شروع کی اور نصرانیت کے متعلق ادھر ادھر کی باتوں سے ہٹا کر اصل موضوع پر لاتے رہے۔ راوی کا بیان ہے کہ آخر میں نے سندھی کو یہ کہتے سنا "ثبطی ثبطلة" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اس نے سندھی زبان میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کیا ہے۔

پھر آپ نے اس سے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے متعلق گفتگو شروع کی اور وہ درجہ بدرجہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف آتا رہا(یعنی اس کی مخالفت کمزور پڑتی چلی گئی۔ ناقل) یہاں تک کہ اس نے سندھی زبان میں بے ساختہ کہا اشھدان لاالٰہ الااللّٰہ واشھدان محمد رسول اللّٰہ....... (۴۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا بنا ہوا قلعہ رحیم یار خان میں

خطہ پاک اوچ کے مصنف مسعود حسن شہاب رحیم یار خان سے چھ میل شمال کی طرف مئو مبارک کے قدیم قلعے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"...... رائے سہنس کھروڑ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اپنی ماں کی رہائش کے لئے بنوایا تھا لیکن مئو نام ہوا...... سلطان حمیدالدین حاکم جو حضرت شاہ رکن الدین ملتانیؒ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے اور ساتویں صدی ہجری کے آخر میں یہاں آئے ہیں اور جن کا مزار بھی اسی شہر میں ہے۔ ان کے تذکرہ نگار نے اس بستی کے قلعہ کے متعلق لکھا ہے کہ:

باید فہمید کہ قلعہ مئو...... واقع است درمیان ملتان و بکھر کے بعد از زماں عیسیٰ علیہ السلام رائے سہنس کرور آں رابنا کردہ است" (۴۲)

(خطہ پاک اوچ صفحہ ۳۹۸ صفحہ ۳۹۹)

چونکہ مصنف کے بیان اور فارسی کے حوالے میں فرق ہے لہٰذا اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس حوالے کا ذکر مصنف کر رہے ہیں وہ یہ حوالہ نہیں بلکہ اس کے سیاق و سباق میں موجود کوئی حوالہ ہے یا پھر اس حوالے سے کوئی بات حذف ہو گئی ہے کیونکہ مندرجہ فارسی حوالے میں والدہ کے لئے قلعہ بنوانے کا کوئی ذکر نہیں۔ اگر مصنف کے بیان کردہ حوالے کا متن دستیاب ہو جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ وہاں "مادرش" یا "مادر ایشان" کے الفاظ ہیں یا کہ "برائے مادر خود" آیا ہے اصل الفاظ سے تعین ہو سکے گا کہ کس کی والدہ مراد ہیں۔ رائے سہنس کروڑ کی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی۔

دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ ساتویں صدی ہجری میں قبل مسیح یا بعد مسیح کا کوئی تصور نہ تھا۔ مزید برآں یہ کہ برصغیر کے ایک علاقائی تذکرے میں یہ معین کیا جائے کہ کوئی عمارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تعمیر ہوئی تاہم یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ رائے سنس کروڑ کے بارہ میں یہ علاقائی روایت موجود تھی کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کے ہم عصر ہیں۔ (جاری)

حوالہ جات:۔
(36) Second Edition 1975 Karachi Pakistan (First edition 1909 London).
(35) Among the wild tribes of the Afghan Frontier p-32 (37) NOTEON AFGHANISTAN AND BALUCHISTAN.
(۳۸) جیوش انسائیکلوپیڈیا زیر لفظ mazot
(39) Among the wild tribes of the Afghan frontier
(۴۰-۴۱) بحار الانوار۔ اردو ترجمہ۔ صفحہ ۳۷ حصہ پنجم محفوظ بک ایجنسی بارگاہ مارٹن روڈ کراچی۔ (۴۲)۔ خطہ پاک اوچ از مسعود حسن شہاب (۴۳) تاریخ بلوچستان رائے بہادر ہتورام۔ ۱۹۰۷ء سنگ میل پبلی کیشنز۔ چوک اردو بازار لاہور ۱۹۸۵ء اس سنت۔ اقوام محمد حسنی

بلا تبصرہ

مرسلہ: ریاض محمود باجوہ

○

"کیا ہم سیدھے راستے پر چل رہے ہیں؟"

پندرہ روزہ "المنبر" فیصل آباد کے ایک مضمون نگار جناب افتخار یوسف زئی صاحب اپنے مضمون "بسلسلہ سورہ نسآ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"رب جلیل آگاہ فرماتے ہیں۔

اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبرؐ کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا اور راستے پر چلتا رہے تو ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور قیامت کے دن جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بری جگہ ہے۔"

اب ذرا خود پر غور کریں، کیا ہم سیدھے راستے پر چل رہے ہیں؟ یقیناً ایسا نہیں کر رہے۔ گویا پیغمبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی مخالفت کر رہے ہیں۔ خدا اور اس کے رسولؐ کے احکامات سے انکاری ہیں جس کا لازمی نتیجہ اللہ کی ناراضگی ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو سب کچھ جانتے بوجھتے ہماری بتائی ہوئی سیدھی راہ اختیار نہ کرے اور پیغمبر کے کہنے پر عمل نہ کرے تو پھر ہم بھی اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور اسے اس کی غلط راہ پر چلنے دیتے ہیں۔

دور و نزدیک دیکھیں اس وقت ہم مسلمانوں کا یہی حال ہے ہم سیدھی راہ چھوڑ چکے ہیں اور شیطان کی راہ پر چل رہے ہیں۔ چنانچہ خدا بھی ہمیں چھوڑ چکا ہے۔ جبھی تو ہمارا یہ حال ہے کہ ہماری کوئی دعا قبول نہیں ہو رہی، کوئی خواہش پوری نہیں ہو رہی اور ہم ذلت و گمراہی میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج ہم یہود نصاریٰ اور کفار کی روش پر جس تیزی سے بڑھ رہے ہیں اس میں تعلیم اسلام اور احکامات خدا اور رسولؐ کا رتی بھر شائبہ نہیں۔

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبرؐ ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا ابراہیمؑ پدر اور پسر آزر ہیں

....

آج کل مسجدوں میں نمازیوں کو قتل کیا جارہا ہے' بم پھینکے جارہے ہیں' آتے جاتے راہ گیر مارے جارہے ہیں' یہ سب کیا ہے؟ خدا کی راہ روکنا ہے' خوف زدہ کرنا ہے کہ مسجدیں غیر آباد ہو جائیں۔ یہ کون لوگ ہیں جو ایسا کر رہے ہیں؟ یہ بھی مسلمان ہیں اور خود کو صاحب ایمان کہتے ہیں'لیکن درحقیقت یہ گمراہ ہیں اور ظالم ہیں۔ دنیاوی عیش و عشرت کے لئے اسلام دشمنوں کے ہاتھوں بکے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو رب جلیل جنت کا راستہ نہیں دکھاتا اور وہ دوزخ میں جلتے تڑپتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے اور ان پر کتب اور صحیفے بھی نازل کئے اور آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نبی آخر الزماں تشریف لائے۔ آخری کتاب قرآن مجید لوگوں کی ہدایت کے لئے اتاری گئی۔ آپ نے عمل کر کے دکھایا کہ خدا کے ارشادات پر یوں عمل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر ہم بھٹک اور بکھر رہے ہیں تو پھر ہمارا عمل ہی ہماری بدبختی کا باعث ہے۔"

("المنبر" ۱۴ تا ۲۷ اپریل ۱۹۹۸ء صفحہ ۲۰-۲۱)

O

آزادی وطن۔ "فرض ملی"

اس عنوان کے تحت جناب حکیم محمد سعید صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"اسلام میں حریت اور آزادی کا مفہوم یہ ہے کہ انسانوں کو اپنے عقیدہ و عمل کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہو یعنی حریت فکرو عمل جس سرزمین پر حاصل ہو وہ آزاد ہے۔ اور جہاں حریت فکرواعتقاد اور حریت ارادہ و عمل حاصل نہ ہو اور انسان کے اس پیدائشی حق پر پابندیاں عائد ہوں' اپنے عقیدے کے اظہار اور اپنے ایمان و یقین کے مطابق زندگی بسر کرنے پر قدغن لگی ہوئی ہو' وہ سرزمین کسی مسلمان کے لئے آزاد وطن نہیں ہو سکتی

قرآن کریم میں ہے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (البقرہ) آزادی رب کریم کی مکمل بندگی کے اجتماعی نظام کے قیام کا نام ہے۔ جس سرزمین پر یہ نظام قائم ہو جائے وہ اسلامی نقطہ نظر سے آزاد ہے۔ اس کی فضا تو یوں ہوتی ہے:۔

"مسجدیں قائم و پر رونق ہو جائیں" ہر طرف صدائے تکبیر و تہلیل گونجے بیت المال کے بعد کوئی ننگا بھوکا نہ رہ جائے۔ عدالتوں میں انصاف بکنے کی بجائے ملنے لگے۔ رشوت، دروغ حلفی اور جعلسازی کا بازار سرد پڑ جائے۔ امیر کو کوئی موقع غریب کی تحقیر کا باقی نہ رہے۔ غیبت، بدکاری، چوری اور ڈاکے خواب و خیال ہو جائیں۔ بنکوں کے ٹاٹ الٹ جائیں۔ چور، ڈاکو، قاتل واور وطن نادوست شہر بدر کر دیئے جائیں۔ اللہ کے سوا کسی کا قانون نہ چلے۔ ہر حق دار کو اس کا حق ملتا رہے"

(ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور اپریل ۱۹۹۸ء صفحہ ۶۳، ۶۵)

○

اللہ سے دوری

جناب کلیم صدیقی صاحب کے مضمون بعنوان "فکر و دانش" سے ایک اقتباس:

موجودہ بیمار معاشرے میں ہر طرف استحصال، غنڈہ گردی، قتل و غارت گری، سمگلنگ، ڈاکہ زنی، اغوا، اجتماعی آبروریزی، فرقہ واریت اور دہشت گردی کا دیو استبداد پوری بے شرمی کے ساتھ ننگا ناچ رہا ہے۔ آج ہر شخص احساس عدم تحفظ کا شکار ہے اور اطمینان و سکون کی دولت لٹ چکی ہے مگر یہ سب علامات ہیں اس مرض کی جس میں ہم سب گرفتار ہیں اور وہ مرض ہے "اللہ سے دوری" یاد رکھئے کہ سخت سے سخت قوانین بنا کر اور کڑی سے کڑی سزائیں دے کر ان علامات کو کسی حد تک ہم دبا تو سکتے ہیں لیکن جب تک تعلق باللہ قائم نہیں ہو گا، مرض برقرار رہے گا۔ پھر جب ذرا احتسابی گرفت ڈھیلی ہو گی، یہ ابلیسی قوتیں پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ حملہ آور ہوں گی۔

ہم نام نہاد مسلمان نماز کے قریب جاتے ہیں نہ روزے کے زکوۃ دیتے ہیں نہ استطاعت کے باوصف حج کرتے ہیں۔ اگر ہم میں کچھ لوگ نماز پڑھتے ہیں تو حضوری قلب کے بغیر، روزہ رکھتے ہیں تو محض فاقہ کشی کے لئے، زکوۃ دیتے ہیں تو دل پر بوجھ لئے ہوئے اور اگر حج کرتے ہیں تو اپنے نام کے ساتھ 'الحاج' کا سابقہ استعمال کرنے کے لئے۔ اس زحمت بے سود اور تکلف لاحاصل کا سبب بھی "اللہ سے دوری" ہی ہے۔"

(ماہنامہ "پہچان" لاہور جون ۱۹۹۸ء صفحہ ۴۵)

سورج اور صحت

(ماخوذ)

شمسی توانائی اور دیہی صحی نگہداشت

دنیا کے ۳۸ ملک ایسے ہیں جن میں ۵ برس سے کم عمر کے بچوں کی شرح اموات زیادہ ہے اور انہی ۳۸ ملکوں میں دیہی آبادی کی شرح بھی بہت زیادہ ہے (۷۳ فیصد)۔ اس عشرے کے خاتمے پر ترقی پذیر ملکوں کی مجموعی آبادی ۵۰۰ ملیون سے بڑھ جائے گی۔

اتنی بڑی آبادی میں دیہی صحی نگہداشت کو تقویت دینا انتہائی ضروری ہے۔ دیہی صحی مراکز میں بچوں کی بیماریوں کی ویکسینوں کو سرد رکھنے کے لیے توانائی کی ضرورت ہے۔ عالمی ادارہ صحت کی اسکیم یہ ہے کہ جہاں جہاں دیہات میں توانائی کے دیگر ذرائع موجود نہیں' وہاں فوٹو وولٹیک ریفریجریٹرز کو استعمال کیا جائے۔ اس سے صحی مراکز کو روشنی بھی فراہم کی جاسکتی ہے۔

اب تک شمسی توانائی کے ۵ ہزار مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر افریقہ میں ہیں۔ گیمبیا کے ۵۴ صحی مراکز میں شمسی توانائی کی سہولت ہے۔ زائرے میں کل ملک کے ویکسین ریفریجریٹروں میں سے ۳۸ فی صد کو یہ سہولت حاصل ہے۔ یوگنڈا میں ۱۷ فی صد ویکسین ریفریجریٹر شمسی توانائی سے چل رہے ہیں۔ کینیا میں ۱۵۰۰ صحی مراکز ہیں' مگر ان میں شمسی توانائی کا انتظام بہت کم ہے۔

دوسرے ملکوں میں پیرو میں ۳۰۰ شمسی توانائی کے ریفریجریٹر' انڈونیشیا میں ۴۰۰' زیمبیا میں ۲۵۰' اریٹریا میں ۲۰۰' میانمار میں ۲۰۰ قائم ہیں۔

شمسی ریفریجریٹر پائدار ہیں۔ ڈھائی سال تک ان میں بڑی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ گیمبیا میں ۴ برس میں کوئی بڑی خرابی واقع نہیں ہوئی۔ ایک شمسی ریفریجریٹر کی سالانہ لاگت ۱۹۴۰ امریکی ڈالر ہے۔

اصل میں اس کے سازو سامان پر اتنا خرچ نہیں آتا بلکہ اس کے ٹیکنیشنوں پر خرچ آتا ہے۔

اصل مقصد: اصل مقصد یہ ہے کہ دیہات میں امراض کو کم کیا جائے۔ اس کے لیے دیہی صحی مراکز قائم ہیں۔ ان میں ویکسین اور دیگر دواؤں کو محفوظ رکھنے کے لیے ریفریجریٹر انتہائی ضروری ہیں ورنہ بوقت ضرورت وہاں ویکسین پہنچانا بہت ہی مشکل کام ہے۔ اس لیے عالمی ادارہ صحت چاہتا ہے کہ ایسے دیہات میں جہاں توانائی کے دیگر ذرائع دست یاب نہیں' شمسی توانائی کو اختیار کیا جائے۔

چونکہ سارا خرچ حفاظتی پروگرام برداشت نہیں کر سکتا' اس لیے حکومتوں اور معاشروں کو چاہیے کہ شمسی توانائی

لگا کر اس سے ٹیلی وژن ' ریڈیو اور روشنی بھی حاصل کریں۔ اس سے اس کی لاگت میں کفایت ہو گی اور اصل مقصد یعنی بچوں کی صحت بہتر سے بہتر ہوتی چلی جائے گی۔

پانی کی فراہمی: شمسی توانائی سے دیہات کے پانی کی فراہمی (واٹر سپلائی) نظام کو بھی بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ شمسی توانائی کی عالمی کانفرنس ۱۹۹۳ء میں پیرس میں منعقد ہوئی تھی۔ اس نے دیہات کی اس اشد ضرورت کی نشان دہی کی تھی۔

شمسی شعاعوں سے صحت کے خطرات: عالمی ادارہ صحت نے آج سے چند سال پہلے خبردار کیا تھا کہ اوزون کی تہ میں کمی کی وجہ سے صحی خطرات سنگین ہوتے جا رہے ہیں۔ ۱۹۹۲ء میں ریوڈی جنیرو میں ماحولیات اور ترقی کے موضوع پر اقوام متحدہ کی ایک کانفرنس نے اس مسئلے پر غور کیا اور مناسب اقدامات کرنے کی سفارش کی۔

صحیّ خطرات کے تازہ اعداد و شمار: اقوام متحدہ کے پروگرام برائے ماحولیات (یو این ای پی) کے اندازے کے مطابق دنیا بھر میں شمسی شعاعوں کے اثر سے ۲ لاکھ خبیث جلدی سرطان اور ۲ لاکھ اس سے کم درجے کے جلدی سرطان ہوتے ہیں

دنیا میں ۱۶ ملیون افراد موتیا بند کی وجہ سے اندھے ہو چکے ہیں۔ ان میں ۲۰ فی صد شمسی شعاعوں کی وجہ سے اندھے ہوئے ہیں۔

جلد: شمسی شعاعوں کی وجہ سے جلد کے سرطان کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے۔

آنکھ: ان کی وجہ سے آنکھ کے پردہ ملتحمہ کے سرطان اور موتیا بند کی شرح بڑھ رہی ہے۔

احتیاطی تدابیر:۔ جب تک احتیاطی تدابیر اختیار نہ کی جائیں ' صحت پر اخراجات بڑھتے رہیں گے۔ امریکہ میں ہر سال موتیا بند کے ۱٫۳۵ ملیون آپریشنوں میں ۳٫۴ بلیون ڈالر خرچ ہو رہے ہیں۔ حال میں بھارت نے ورلڈ بینک سے ۱۲۰ ملیون ڈالر کا قرض لیا ہے تاکہ وہ موتیا بند کے تمام کیسوں کی سرجری کا کام مکمل کر سکے۔

احتیاطی تدابیر یہ ہیں:

۱۔ ہر قسم کے روشن پردے / اسکرین 'سورج کی روشنی سے بدن' آنکھوں اور کپڑوں کو بچایا جائے۔ جب سورج کی روشنی تیز ہو تو زیادہ دیر دھوپ میں نہ رہا جائے۔

۲۔ گھاس ' مٹی اور پانی سے روشنی کم منعکس ہوتی ہے جب کہ تازہ برف سے ۸۰ فی صد اور سفید ریت سے ۱۰۔۲۵ فی صد زیادہ منعکس ہوتی ہے لہٰذا روشنی میں ' برف کے علاقے میں اور سفید ریت والے ساحل سے بچا جائے۔ ”

(بشکریہ ہمدرد صحت جون ۱۹۹۷ء)

حق کا نشان

وہی بس نظر کے ہے سامنے، ملا عشق بشکل جنوں مجھے
ملی کرب میں بھی طمانیت، ملا درد میں بھی سکوں مجھے

مجھے مل گیا ہے سرور وہ، جو ہے عین حاصل زندگی
یہ الم ہی زندگی بخش ہے، جسے سمجھا تھا قاتل زندگی

صدا گھٹ گئی جب ضمیر کی، اٹھی ساز دل میں ترنگ نو
مری روح جس سے تھی وجد میں، کوئی گونجی ایسی آہنگ نو

اسی سوز دل سے خفی سا ہے، کوئی ارتباط بہشت بھی
یہ ہے انبساط حیات بھی، یہی عیش و نشاط بہشت بھی

لگی دل کی ٹھنڈک فزا بنی، میرا سوز ہے وجہ سکوں ہوا
یہی میرے دل کا قرار ہے "کہ کیوں بحال زبوں ہوا"

مری دکھ بھری ہے گو داستاں، مگر ہے یہ حق کا نشان بھی
مجھے گھیرے ہوئے ہے یوں ابتلا لئے معنی **"جنّتن"** بھی

دل عاشقاں کی تپش میں ہے، کوئی جنتوں کا سرور بھی
رضا مل گئی جسے یار کی ملا اس کو جام طہور بھی

عبدالسلام اسلام

Monthly Ansarullah Rabwah

EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR

Regd. No. CPL-92 September 1998

بچوں میں اخلاق حسنہ کی آبیاری

سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "ہر واقف زندگی بچہ جو وقف نو میں شامل ہے بچپن سے ہی اس کو سچ سے محبت اور جھوٹ سے نفرت ہونی چاہئے۔ اور یہ نفرت اس کو گویا ماں کے دودھ میں ملنی چاہئے۔ جس طرح Radiation کسی چیز کے اندر سرایت کرتی ہیں اس طرح پرورش کرنے والی باپ کی بانہوں میں سچائی اس بچہ کے دل میں ڈوبنی چاہئے۔......... اب ان بچوں کی خاطر ان کو اپنی تربیت کی طرف بھی توجہ کرنی ہوگی اور پہلے سے کہیں زیادہ احتیاط کے ساتھ گھر میں گفتگو کا انداز اپنانا ہوگا اور احتیاط کرنی ہوگی کہ لغو باتوں کے طور پر یا مذاق کے طور پر بھی وہ آئندہ جھوٹ نہیں بولیں گے کیونکہ یہ خدا کی مقدس امانت اب آپ کے گھر میں پل رہی ہے۔

قناعت کے متعلق میں نے کہا تھا کہ اس کا واقفین سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ بچپن ہی سے ان بچوں کو قانع بنانا چاہئے اور حرص و ہوا سے بے رغبتی پیدا کرنی چاہئے۔ عقل اور فہم کے ساتھ اگر والدین شروع سے تربیت کریں تو ایسا ہونا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ غرض دیانت اور امانت کے اعلیٰ مقام تک ان بچوں کو پہنچانا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں بچپن سے ایسے بچوں کے مزاج میں شگفتگی پیدا کرنی چاہئے۔ ترش روئی وقف کے ساتھ پہلو بہ پہلو نہیں چل سکتی۔ ترش رو واقفین زندگی ہمیشہ جماعت میں مسائل پیدا کیا کرتے ہیں اور بعض دفعہ خطرناک فتنے بھی پیدا کر دیا کرتے ہیں اس لئے خوش مزاجی اور اس کے ساتھ تحمل یعنی کسی کی بات کو برداشت کرنا یہ دونوں صفات واقفین بچوں میں بہت ضروری ہیں۔ مذاق یعنی مزاح اچھی چیز ہے لیکن مزاح کے اندر پاکیزگی ہونی چاہئے اور مزاح کی پاکیزگی کئی طرح سے ہو سکتی ہے لیکن میرے ذہن میں اس وقت خاص طور پر دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ گندے لطائف کے ذریعہ اپنے یا غیروں کے دل بہلانے کی عادت نہیں ہونی چاہئے اور دوسرے یہ کہ اس میں لطافت ہو۔ مذاق اور مزاح کے لئے ہم لطافت کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں یعنی اس کو لطیفہ کہتے ہیں۔ لطیفہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ بہت ہی نفیس چیز ہے۔ ہر قسم کی کرختگی اور بھونڈا پن لطافت سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ کثافت سے تعلق رکھتا ہے۔

غنا کے متعلق میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ قناعت کے بعد پھر غنا کا مقام آتا ہے اور غنا کے نتیجہ میں جہاں ایک طرف امیر سے حسد پیدا نہیں ہوتا وہاں غریب سے شفقت ضرور پیدا ہوتی ہے۔ واقفین بچے ایسے ہونے چاہئیں جو غریب کی تکلیف سے غنی نہ بنیں بلکہ امیر کی امارت سے غنی ہو جائیں اور کسی کو اچھا دیکھ کر انہیں تکلیف نہ پہنچے لیکن کسی کو تکلیف میں دیکھ کر وہ ضرور تکلیف محسوس کرے۔" (خطبہ جمعہ 10 فروری 1989ء)